ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

اگست 2022ء جلد نمبر 23 شمارہ نمبر 08

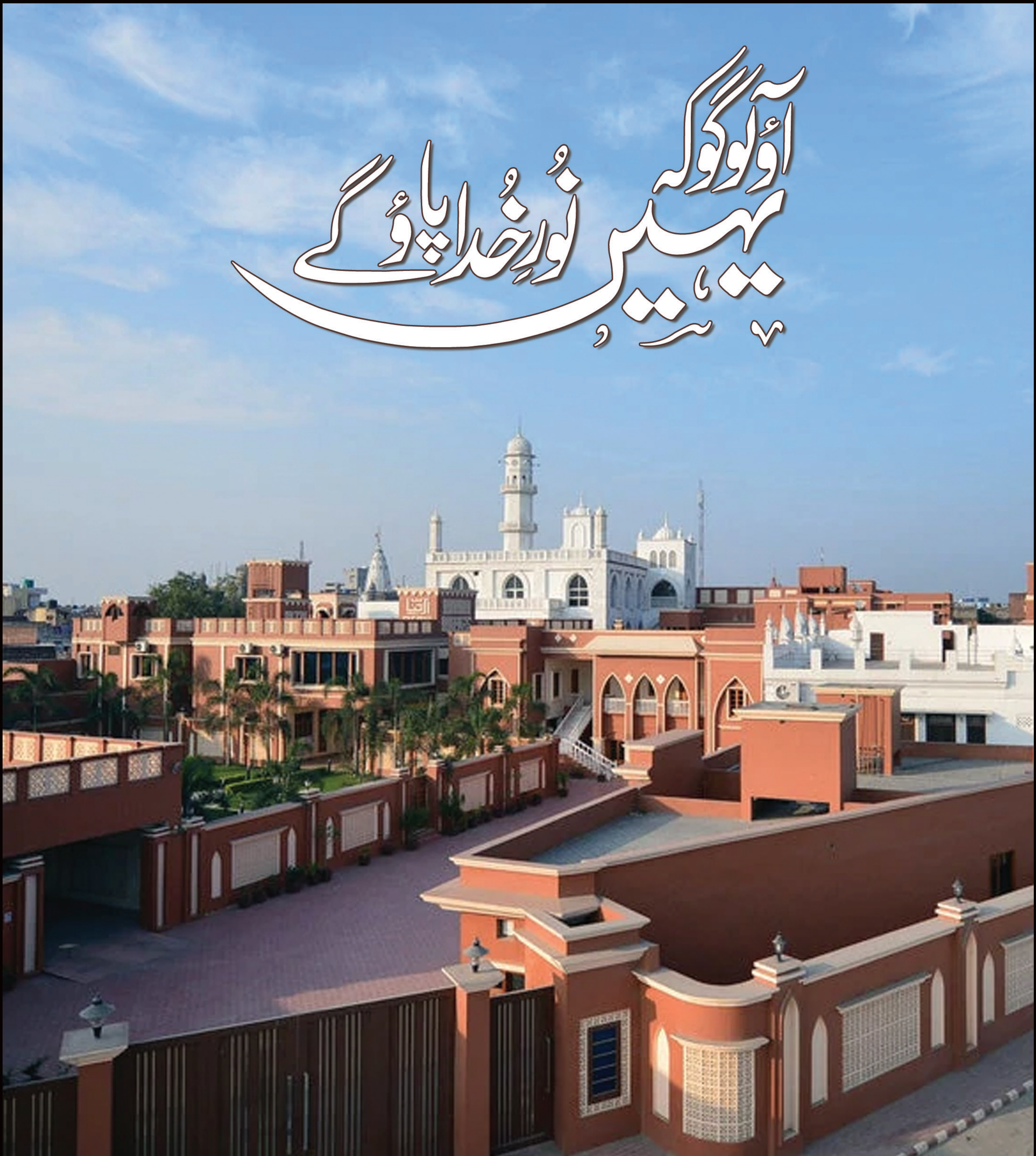

پروگرام 46واں جلسہ سالانہ
جماعت احمدیہ جرمنی 2022ء

پہلا روز جمعۃ المبارک 19/ اگست 2022ء				
13:00		نماز جمعہ وعصر	14:00	خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
اجلاس اوّل				
16:45		پرچم کشائی		
17:00		تلاوت قرآن کریم مع اردو و جرمن ترجمہ	17:15	نظم
17:25	تقریر (اردو)	مکرم صداقت احمد صاحب مبلغ انچارج جرمنی		السلام۔ امن وسلامتی کا سرچشمہ
18:00		نظم		
18:10	تقریر (جرمن)	مکرم شکیل عمر صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ		آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوات میں عظیم الشان نمونہ
دوسرا روز ہفتہ 20 اگست 2022ء				
اجلاس دوم				
11:00		تلاوت قرآن کریم مع اردو و جرمن ترجمہ	11:15	نظم
11:25	تقریر (اردو)	مکرم ڈاکٹر محمد داؤد مجوکہ صاحب سیکرٹری امورِ خارجیہ جرمنی		پاکستان میں احمدیوں پر ظلم کی داستان
11:55	تقریر (جرمن)	مکرم افتخار احمد صاحب مربیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ		اقتصادی معاملات کے سلسلہ میں اسلام کے سنہری اصول
12:35	تقریر (اردو)	مکرم محمد الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ		صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا
اجلاس سوم				
17:00		تلاوت قرآن کریم مع اردو و جرمن ترجمہ	17:15	نظم
17:25	تقریر (جرمن)	مکرم حسنات احمد صاحب واقفِ زندگی و نائب امیر جماعت جرمنی		رفع مسیح۔ حقیقت سے فسانہ تک
18:10	تقریر (اردو)	مکرم عطاء المجیب راشد صاحب مبلغ انچارج جماعت برطانیہ و امام مسجد لندن		خلافت۔ خوف کو امن میں بدلنے کی ضمانت
تیسرا روز اتوار 21 اگست 2022ء				
اجلاس چہارم				
11:00		تلاوت قرآن کریم مع اردو و جرمن ترجمہ	11:10	نظم
11:25	تقریر (جرمن)	مکرم جری اللہ خاں صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ و جنرل سیکرٹری جماعت جرمنی		مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ظاہر ہونے والے معجزات ونشانات
11:55	تقریر (اردو)	مکرم طاہر احمد صاحب مربیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ و سیکرٹری تربیت جرمنی		اقام الصلوٰۃ کے لئے مساجد کی اہمیت
12:25		خیر سگالی کے پیغامات سیکرٹری امورِ خارجیہ جرمنی	12:45	نظم
12:55	تقریر (جرمن)	مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت احمدیہ جرمنی		اسلام احمدیت ہی کیوں؟
اختتامی اجلاس				
16:30		نمازِ ظہر وعصر		
		اختتامی خطاب		
پروگرام جلسہ گاہ مستورات (20/ اگست بروز ہفتہ)				
11:00		تلاوت قرآن کریم مع اردو و جرمن ترجمہ	11:10	نظم
11:20	تقریر (اردو)	مکرمہ محمودہ صاحبہ ریجنل صدر لجنہ رائن لینڈ فالز		تنظیم لجنہ اماء اللہ کے سو سال اور ہماری ذمہ داریاں
11:40	تقریر (جرمن)	مکرمہ عالیہ ورک صاحبہ سیکرٹری تربیت لجنہ اماء اللہ جرمنی		یورپین معاشرے میں عورتوں کی ذمہ داریاں
12:10	تقریر (اردو)	مکرمہ امۃ الجمیل غزالہ صاحبہ سیکرٹری تعلیم لجنہ اماء اللہ جرمنی		خطبات ہماری روحانی ترقی کا ذریعہ
12:30	تقریر (جرمن)	مکرمہ حامدہ سوسن صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ جرمنی		’حیا‘ اسلام کا عظیم خلق

جلسہ کے ایام کا آغاز روزانہ 4:20 پر نماز تہجّد اور 5:00 بجے نماز فجر و درس سے ہوا کرے گا۔

(مرسلہ مکرم صداقت احمد صاحب، افسر جلسہ گاہ جرمنی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت

شہادتِ حضرت امام حسینؓ اُمّتِ مسلمہ کی تاریخ میں ایک سانحہ عظیم کے عنوان سے محفوظ ہے۔صرف بہتّر افراد کی مختصر سی جماعت کو یزید کی بیعت کرنے پر مجبور کرنے کے لئے کئی ہزار کے لشکر اس میدان کربلا میں لائے گئے۔ پہلے آپ کے انتہائی عزیزوں اور پیاروں کو شہید کیا گیا پھر حضرت امام موصوف کو بھی انتہائی بے دردی اور ظالمانہ وسفّاکانہ طور پر شہید کر دیا گیا۔ان واقعات کا مطالعہ ایک کربناک اور انتہائی تکلیف دہ تجربہ ہے۔سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنے بچوں کو شہادت امام حسینؓ کے واقعات سنائے تو آنکھوں سے آنسو رَواں تھے جنہیں آپؑ اپنی انگلیوں کے پوروں سے پونچھتے جاتے تھے۔اس دردناک کہانی کو سنانے کے بعد آپ نے شدید درد وکرب کے عالم میں فرمایا:

”یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے پر کروایا مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا“۔

(سیرت طیّبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 31)

ایک دوسری جگہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دُنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رُو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔مومن بننا کوئی امر سہل نہیں ہے...... دُنیا کی محبّت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔مگر حسینؓ طاہر مطہّر تھا اور بلاشبہ وہ اُن برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبّت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلبِ ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبّتِ الٰہی اور صبر، استقامت اور زُہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔تباہ ہوگیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوگیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبّت ظاہر کرتا ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 545-544)

اب سوال یہ ہے کہ اس دردناک واقعہ شہادت سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے اور اس کے نتیجہ میں ہم پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اگر محرم کا مہینہ ہمیں کوئی سبق دیتا ہے تو یہ ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر ہمیشہ درود بھیجتے رہیں۔زمانے کے امام کے مقاصد کے حصول میں درود، دعاؤں اور اپنی حالتوں میں پاک تبدیلی پیدا کرتے ہوئے اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔اور یزیدی صفت لوگوں کے سامنے استقامت دکھاتے ہوئے ہمیشہ ڈٹے رہیں''۔

(خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 636)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ مضمون سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اخبار احمدیہ

ماہنامہ جرمنی

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

محرم 1444 ہجری قمری | اگست 2022ء | جلد نمبر 23 | شمارہ نمبر 08 | ظہور 1401 ہجری شمسی

فہرست مضامین

04	قال اللہ جلّ جلالہ، قال النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، قال المسیح الموعود علیہ السلام
05	تبرّکات: آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
06	نظم: آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
07	جلسہ سالانہ کی اہمیت، مقاصد اور انتظامی امور
12	تعارف کتب: کرامات الصادقین
13	حضرت امام حسینؓ
19	یہ دن برکتوں سے ہیں معمور دن
21	منظوم کلام: جلسہ سالانہ جرمنی
23	حضرت ہاجرہؓ کے متعلق بعض اہم حقائق
28	ماہ اگست تاریخ کے آئینہ میں
29	جماعتی سرگرمیاں: مجلس انصار اللہ جرمنی کا 41واں سالانہ اجتماع
31	فیصلہ جات مجلس شوریٰ جماعت احمدیہ جرمنی 2022ء
33	'سپوت ایشیا' حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ
35	انٹرویو: ہوائیں تیرے فضلوں کا مُنادی
38	ادبی صفحہ: ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں
39	تاریخ جرمنی
40	دلچسپ سائنسی خبریں: محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
41	حالاتِ حاضرہ: پاکستان کے سبق آموز حالات
43	یادِ رفتگاں: مکرم چودھری منور احمد خالد صاحب مرحوم
46	ملکی و عالمی خبریں
48	بلانے والا ہے سب سے پیارا (اعلانات وفات)

اخبار احمدیہ جرمنی کے تازہ و گزشتہ شمارے مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر بھی پڑھے جا سکتے ہیں

https://www.alislam.org/akhbar-e-ahmadiyya/

مجلس ادارت

سرپرست

محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب
امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مدیر اعلیٰ

محمد الیاس منیر

مدیران

فیروز ادیب اکمل، مدبّر احمد خان

معاونین

سلطان احمد قمر، سیّد سعادت احمد

پروف ریڈنگ

عبدالرحمٰن مبشر، سیّد افتخار احمد

ڈیزائننگ و کمپوزنگ

مرزا لطف القدوس، آفاق احمد زاہد، طارق محمود

سرِ ورق

احسان اللہ ظفر

کیلیگرافی

سعید اللہ خان

مینیجر

سیّد افتخار احمد

اعزازی اراکین

محمد انیس دیالگڑھی، منور علی شاہد

پتہ

شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی

Genfer Str.11,
60437 Frankfurt am Main, Germany
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de
Tel & Fax: +49-69 50688722
PRINTER: RANA PRINT
HERKULESSTRASSE 45 50823 KÖLN

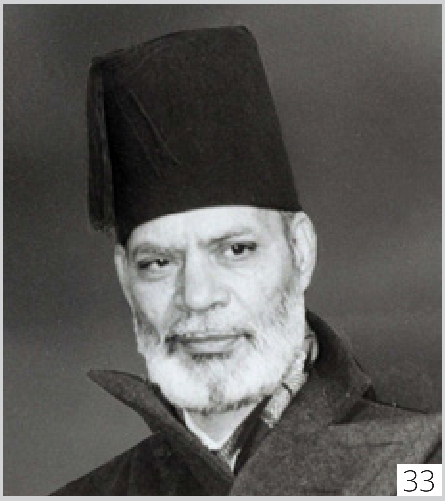
33

07

04

21

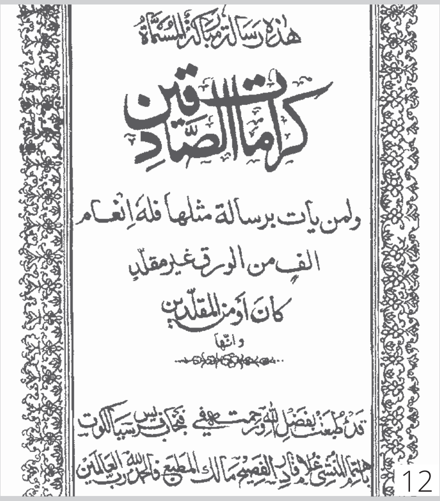
هذہٖ رسالۃ مبارکۃ المسمّاۃ
کرامات الصادقین
ولمن یأت برسالۃ مثلھا فلہٗ انعام
الفٍ من الورق غیر مقلّدٍ
کان او من المقلّدین
وانّھا
قد طبعت بفضل اللّٰہ ورحمتہ فی پنجاب بسیالکوٹ
باھتمام المنشی غلام قادر الفصیح مالک المطبع فالحمد للّٰہ رب العالمین
12

43

35

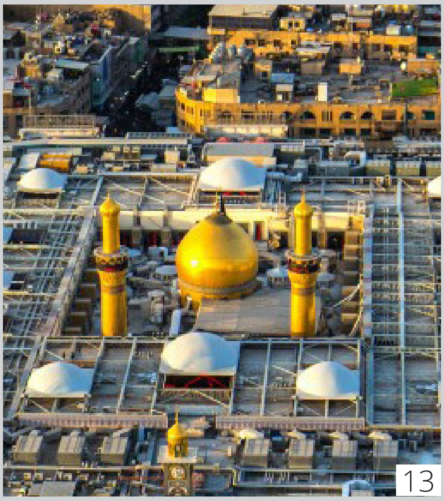
13

19

46

29

40

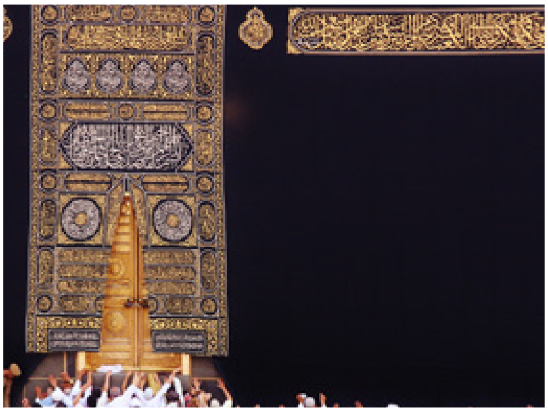

قال اللہ جلّ جلالہٗ

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ
وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

(سورۃ الصّف:9)

وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نُور کو بجھا دیں
حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔

قال النّبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ بْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ جُلَسَائِنَا خَيْرٌ؟ قَالَ مَنْ ذَكَّرَكُمُ اللّٰهَ رُؤْيَتُهُ وَ زَادَ فِيْ عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ وَ ذَكَّرَكُمْ بِالْآخِرَةِ عَمَلُهُ۔

(الترغیب والترھیب الترغیب فی مجالسۃ العلماء صفحہ 76/1)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کس کے پاس بیٹھنا بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے شخص کے پاس بیٹھنا مفید ہے جس کو دیکھنے کی وجہ سے تمہیں خدا یاد آجائے۔ جس کی باتوں سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل کو دیکھ کر تمہیں آخرت کا خیال آئے۔

قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ اَمر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کے تفریط پسند اور اَوہام پرست مخالفوں کا، نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بیہودہ اور بے اصل اور مخالفِ قرآن روایتوں کو ملانے والے، اور خدا تعالیٰ اس اُمتِ وَسط کے لئے بَین بَین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا، وہی راہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی۔ وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا۔ ضرور یہی ہوگا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 341 تا 342)

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

''اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زُہد اور تقویٰ اور خدا ترَسی اور پرہیز گاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور اِنکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں''۔ (شہادت القرآن۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

''یہاں آنے کی یہ غرض نہیں ہونی چاہئے کہ آئیں گے تو ایسا جلسہ ہو گا۔ تقریریں ہوں گی۔ یہ تو ایک قسم کے میلے کی ہی صورت ہے۔ نہیں۔ بلکہ یہاں آنے کی غرض وہی ہو جو حق سبحانہ تعالیٰ کا منشاء ہے۔ وحدت ہو، اخوت ترقی پکڑے اور اصلاحِ نفس ہو۔ ایک مرتبہ مجھے خیال آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ انعام فرمایا فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا (اٰلِ عمران: 104) یہ نہیں فرمایا احباباً۔ اس میں کیا سِرّ ہے؟ وہ سِرّ مجھے یوں سمجھ میں آیا کہ محبوب میں رنج نہیں ہوتا۔ بھائیوں میں رنج بھی ہو جاتے ہیں۔ کبھی کسی قصور فہم سے کوئی بات سمجھ میں نہ آئی اور ناراض ہو گیا۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ فضلِ الٰہی سے ہی اخوان بن سکتے ہیں۔ اپنی کوشش اور محنت سے کچھ نہیں ہوتا۔ پس اگر کسی سے کوئی غلطی یا کمزوری ہو جاوے تو اخوت ہی کے رنگ تک رکھو۔ یہاں آنے کی ایک بڑی غرض یہ بھی رکھو کہ تمہارے تعلقات باہم مضبوط اور اعلیٰ ہوں اور خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ (الحکم 24 مئی 1904ء صفحہ 6)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

''ہمارے جلسہ کے متعلق حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیاں ہیں کہ یہ ترقی کرے گا اور اس میں اس کثرت سے لوگ جمع ہو گئے۔ جس طرح کہ مکہ مکرمہ میں جمع ہوتے ہیں۔ جس طرح وہاں جمع ہونے والوں کی غرض دین ہوتی ہے۔ اسی طرح یہاں آنے والوں کی غرض بھی محض دین ہوتی ہے۔ اس وجہ سے یہ ایک بہت بڑا نشان ہے جس سے ہر سال ایمان تازہ ہوتا ہے''۔ (خطبات محمود جلد 9 صفحہ 393)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

''جلسہ سالانہ کے لئے خاص دعائیں کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا جلسہ دُنیا کے عام جلسوں کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ اس عظیم جدوجہد کا ایک ضروری حصہ ہے جو آج غلبہ اسلام کے لئے جاری ہے یعنی تکمیل اشاعتِ ہِدایت بذریعہ ان عاجز بندوں کے۔ پس ہمارا سالانہ جلسہ تربیت کے لیے اجتماعی بندھنوں کو مضبوط کرنے کے لئے بڑی مفید چیز ہے اس کی بڑی اہمیت ہے یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو کسی نہ کسی کو ہزار پریشانیاں، دکھ اور تکلیفیں پہنچ سکتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں عام طور پر تکلیف سے محفوظ رکھتا ہے''۔ (خطبات ناصر جلد 4 صفحہ 538)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

''جلسوں پر عام طور پر صرف احمدی ہی نہیں بلکہ بعض غیر احمدی، بعض غیر مسلم بھی شامل ہوتے ہیں اور وہ عموی طور پر آپ کا ایک جائزہ لے رہے ہوتے ہیں اور اس جائزے کے نتیجے میں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں۔ کیا اس لائق ہیں کہ ان کے ساتھ شامل ہوا جائے یا نہ ہوا جائے۔ ایسے موقعوں پر آپ کی بے اعتنائیاں، ان کے دلوں پر منفی اثر قائم کرتی ہیں اور عبادت کا ذوق وشوق، ان کے دلوں کو احمدیت کی صداقت کا پہلے سے بڑھ کر قائل کر دیتا ہے اور جن جگہوں میں بھی عبادت ذوق وشوق سے ادا کی جائے بعض لوگ ان یادوں کو ہمیشہ احترام سے دیکھتے ہیں اگرچہ احمدی ہونے کی توفیق نہ بھی ملے تو ہمیشہ ان کا ذکر پیار اور محبّت سے کرتے ہیں''۔ (خطبات طاہر جلد 13 صفحہ 501)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

''یہ جلسہ بھی نصیحت کرنے، یاد دہانی کروانے کے لئے منعقد کیا جاتا ہے یا یہ جلسے دنیا میں ہر جگہ منعقد کئے جاتے ہیں۔ یہ بتانے کے لئے منعقد کئے جاتے ہیں کہ اس زمانے کے امام کی بیعت میں آکر پھر اپنے عہد کو یاد کرو، اپنے عہدِ بیعت کو یاد کرو۔ اگر دنیاوی مصروفیات کی وجہ سے کچھ کمزوریاں پیدا ہو گئی ہیں تو اب نئے سرے سے نصائح سن کر علمی اور تربیتی وعظ و نصائح اور تقاریر سن کر پھر اپنی دینی حالتوں کی طرف توجہ کرو۔ اکٹھے مل بیٹھ کر ایک دوسرے کی نیکیاں جذب کرنے کی کوشش کرو اور برائیوں کو دُور کرو''۔ (خطباتِ مسرور۔ جلد 10 صفحہ 305)

آؤ لوگو! کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دِکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے

آؤ لوگو! کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے!!
لو تمہیں طَور تسلی کا بتایا ہم نے

آج اِن نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں
دل کو اِن نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مُدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالَم میں
لاجَرَم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

مَوردِ قہر ہوئے آنکھ میں اَغیار کے ہم
جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے

زُعم میں اُن کے مسیحائی کا دعویٰ میرا
اِفترا ہے جسے از خود ہی بنایا ہم نے

تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے

(انتخاب از درِثمین ''اسلام اور آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عشق'')

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

جلسہ سالانہ کی اہمیت، مقاصد اور انتظامی امور

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ جرمنی 2016ء کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ارشادات فرمودہ خطبہ جمعہ

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج سے تین دن کے لئے جماعت احمدیہ جرمنی کو اپنا جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق مل رہی ہے اور اس جمعہ کے ساتھ ہی جلسہ سالانہ کا آغاز ہو رہا ہے۔ افراد جماعت کی اصلاح کے لئے جلسہ سالانہ کے انعقاد کی بنیاد جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈالی تھی اُس پہلے جلسہ کو اِس سال 125 سال پورے ہونے والے ہیں۔ وہ جلسہ جو قادیان کی چھوٹی سی بستی میں ہوا تھا اور مسجد کے ایک حصہ میں پچھتّر (75) افراد نے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے اور دنیا کی اصلاح اور اسلام کے پیغام کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مددگار بنتے ہوئے دنیا میں پھیلانے کا جو عہد کیا تھا۔ (ماخوذ از آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 629)۔ اس کا نتیجہ ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کام اور ان کی نیّتوں میں ایسی برکت ڈالی کہ آج یہاں جرمنی میں جماعت احمدیہ یہاں کے بڑے بڑے میسر ہالوں اور کمپلیکس میں سے ایک مکمل کمپلیکس جو وسیع رقبہ پر پھیلا ہوا ہے اس میں اپنا جلسہ منعقد کر رہی ہے اور اس وسیع و عریض عمارت کے باوجود بعض ضروریات کے لئے باہر کھلے میدان میں مارکیاں اور خیمے لگائے گئے ہیں۔ اگر دنیاوی وسائل کے لحاظ سے ہم دیکھیں تو ہمارے لئے آج بھی ممکن نہیں کہ اتنے وسیع اخراجات کرسکیں لیکن اللہ تعالیٰ جماعت کے پیسے میں برکت ڈالتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں یہاں جلسہ منعقد کرنے کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔

[ہال میں آواز کی گونج پیدا ہو رہی تھی اس پر حضور انور نے فرمایا: یہ echo واپس آتی ہے۔ انتظامیہ جلسہ گاہ دیکھیں کہ آخر تک آواز بھی صحیح جا رہی ہے یا نہیں]

جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اِذن پا کر ان جلسوں کا انعقاد شروع کیا تھا (ماخوذ از آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 611)۔ اور اس کا مقصد افراد جماعت کی اصلاح تھی۔ اس کا مقصد خدا تعالیٰ کی طرف کھینچے جانے کی کوشش کرنا تھا۔ علم و معرفت میں ترقی کرنا تھا۔ پاک تبدیلیاں پیدا کر کے انہیں اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا تھا۔ دنیا کی چاہتوں اور لغویات سے اپنے آپ کو بچانا تھا۔ اسلام اور احمدیت کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کا عہد و پیمان کرنا اور اسے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور استعدادوں کے ساتھ پورا کرنا تھا۔

آپس میں محبت، پیار اور بھائی چارے کے رشتے کو بڑھانا تھا۔ (ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 399)

پس پہلوں نے اس کام کو خوب نبھایا۔ قادیان کی چھوٹی سی بستی کے جلسوں میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت ڈالی کہ آج اس نہج پر دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں جہاں جہاں جماعتیں قائم ہیں جلسے منعقد ہو رہے ہیں اور ان جلسوں کا بھی وہی مقصد ہے جو قادیان کے جلسہ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا تھا اور جس کا مَیں نے مختصراً ابھی ذکر کیا ہے۔

پس اگر تو ہم اس مقصد کے لئے آج یہاں جمع ہوئے ہیں تو ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں گے۔ اگر کسی میلے کے تصوّر کے ساتھ یہاں آئے ہیں یا ہم میں سے کوئی بھی آیا ہے تو یہ بدقسمتی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک نیک مقصد کے لئے جمع ہونے کے لئے کہا اور ہم جمع بھی ہوئے لیکن نیک مقاصد کے رہا ہے تو پھر اس کی وجہ سے ذکرِ الٰہی کی طرف توجہ رہتی ہے۔ پس اس بات کو ہر ایک کو یاد رکھنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام میں عبادت کا ایک رُکن رکھا ہے جو ہر حالت میں ہر مسلمان پر تو فرض نہیں لیکن اس کے باوجود لاکھوں مسلمان ہر سال اس فریضے کو سرانجام دیتے ہیں یعنی حج بیت اللہ کا فریضہ۔ چند دن تک ان شاء اللہ تعالیٰ یہ فریضہ انجام دیا جائے گا۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے حج کی عبادت کی طرف توجہ دلا کر مسلمانوں کو یہ کہا کہ اپنی تمام تر توجہات ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف رکھو کہ اس کے بغیر حج کا مقصد پورا نہیں ہوتا، وہاں اس طرف بھی توجہ دلائی کہ مجمع کی وجہ سے، ایک جگہ جمع ہونے کی وجہ سے بعض برائیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ حج کے ماحول کی وجہ سے ہر حج کرنے والے سے یہی توقع رکھی جاتی ہے کہ اس کو اس پاکیزہ ماحول کی وجہ سے کسی اور بات کا خیال نہیں آسکتا سوائے ذکرِ الٰہی کے، ہے کہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ پر نثار کر رہا ہوتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں جب حج پر گیا تو ایک نوجوان میرے ساتھ طواف کر رہا تھا تو طواف کرتے ہوئے بجائے دعاؤں اور ذکرِ الٰہی کے وہ فلمی گانے گا رہا تھا۔ ہندوستان سے گیا ہوا تھا۔ تو مَیں نے اس سے کہا یہ تم کیا کر رہے ہو۔ تو کہنے لگا مجھے تو دعائیں وغیرہ آتی کوئی نہیں کہ حج پہ کیا کی جاتی ہیں۔ ہم کاروباری آدمی ہیں۔ کلکتے میں ہماری کپڑے کی بڑی دکان ہے۔ ہمارے مقابلے پہ ایک اور بڑی کپڑے کی دکان ہے۔ بڑے کاروباری لوگ ہیں۔ ان مالکوں میں سے ایک حج کر کے آیا۔ اس نے اپنی دکان کے بورڈ پر حاجی بھی اپنے نام کے ساتھ لکھ لیا ہے۔ لوگوں کی اس طرف اس وجہ سے زیادہ توجہ ہوگئی کہ حاجی صاحب کی دُکان ہے اچھا مال دیتے ہوں گے۔ تو میرے باپ نے مجھے کہا کہ مَیں تو حج پر جا نہیں سکتا بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے (جو بھی وجہ ہو)، تم حج پر جاؤ تاکہ

ان دنوں میں سوز و گداز پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ خداتعالیٰ سے ہمارا تعلق مضبوط ہو

حصول کے بجائے دنیاوی باتوں میں پڑ جائیں۔ پس یہاں آنے والا ہر احمدی یہ بات مدّنظر رکھے کہ ان تین دنوں میں دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لے اور اس کے بعد بھی دنیا میں رہنے کے باوجود، دنیاوی کاموں میں پڑنے کے باوجود کہ یہ بھی ضروری چیز ہے، دنیاوی کام، روزگار ہے، کاروبار ہے، ضروری ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان نیکیوں کو جاری رکھنے کی کوشش کرنے کا عہد کر کے جائیں جو یہاں آپ میں پیدا ہوئیں تاکہ خداتعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والے بنتے رہیں۔ ان دنوں میں فرض اور نفل عبادتوں کے علاوہ ذکرِ الٰہی بھی کرتے رہیں۔ ذکرِ الٰہی سے خیالات پاک رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رہتی ہے اور انسان برائیوں سے بچا رہتا ہے۔ یہی مقصد عبادات کا ہے۔ اور ذکرِ الٰہی لازمی عبادات کی طرف بھی توجہ دلاتی رہتی ہے۔ اور پھر اگر انسان حقیقی عبادت، صحیح عبادت کر تسبیح کے اور تحمید کے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو انسانی فطرت کو جانتا ہے اس نے تین برائیوں کی طرف بھی اس موقع پر توجہ دلا دی کہ تم نے ان چیزوں سے بچ کر رہنا ہے۔ پس ماحول جیسا بھی پاکیزہ ہو انسان کو ہر وقت شیطان کے حملوں سے بچنے کی دعا کرتے رہنا چاہئے اور ہوشیار ہو کر اس طرف توجہ رکھنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کو جن تین برائیوں سے بچنے کی طرف توجہ دلائی ہے ان میں سے پہلی فرمایا رَفَث ہے۔ شہوانی باتیں تو اس کا ترجمہ کیا ہی جاتا ہے لیکن اس کا مطلب بدکلامی کرنا، گالیاں دینا، گندی اور بیہودہ باتیں کرنا، گندے قصے سنانا، فضول اور لغو باتیں کرنا، گپیں وغیرہ مارنا، بیٹھ کے مجلسیں جمانا، یہ سب بھی اس میں شامل ہیں۔ پس یہاں وضاحت سے ہر قسم کی لغویات، فضولیات اور گپیں لگانے کی مجالس سے منع فرما دیا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حج پر جا کر یہ باتیں کون کرتا ہوگا۔ وہاں تو خالص ہو کر ہر ایک جو بھی حج پر جاتا ہے اس سے یہی توقع رکھی جاتی ہم بھی اپنا بورڈ لگا لیں۔ تو میرا تو یہ مقصد ہے کہ کاروبار کو بڑھانے کی نیّت سے مَیں حج کر رہا ہوں۔ پس جب حج پر اس مقصد کے لئے لوگ جا سکتے ہیں تو پھر کسی اور عبادت یا جلسے پر کیا سوچ نہیں ہو سکتی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حج کے دنوں میں فسوق نہیں کرنا۔ یعنی اطاعت اور فرمانبرداری سے باہر نہیں نکلنا۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ماننا ہے۔ جو نیکی کا راستہ تم نے اختیار کیا ہے اس کو اختیار کئے رکھنا ہے اور برائی کی طرف نہیں جھکنا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حج کے دنوں میں جِدال یعنی ہر قسم کے جھگڑے سے، لڑائی سے مکمل طور پر بچنا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ ہمارے جلسوں پر بھی اگر اس سوچ کے ساتھ لوگ آئیں جو اصول اللہ تعالیٰ نے حج کے دوران برائیوں سے رکنے کا بیان کیا ہے تو غیر معمولی اصلاح ہو سکتی ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 23 صفحہ 567-566)

یقیناً آپ نے اصلاح کے لئے یہ بڑی حقیقی اصولی بات بیان فرمادی۔ یہ نہیں ہم کہتے کہ جلسہ کا مقام خدانخواستہ حج کا مقام ہے یا اب جیسے بعض غیر احمدیوں نے ہم پر الزام لگانا شروع کیا ہوا ہے کہ ہم قادیان جاتے ہیں اس لئے اسے حج کا مقام دیتے ہیں، یہ غلط ہے۔ لیکن دینی ترقی کے حصول کے لئے اور اپنی اصلاح کے لئے یہ بنیاد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایک بنیاد فرمادی کہ جہاں بڑے اکٹھ ہوں، مجمعے ہوں ان باتوں کا بھی خیال رکھو۔ اور اگر ہم دینی ترقی کے لئے، اپنی اصلاح کے لئے جمع ہونے والے جلسہ میں ان باتوں کا خیال رکھیں گے تو ہماری اصلاح کے معیار بڑھیں گے۔ جلسہ ایک عبادت تو نہیں لیکن ٹریننگ کیمپ ضرور ہے جو روحانیت میں ترقی کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ اس میں ہم اگر بدکلامی، گالیاں دینے، گندی اور بیہودہ باتیں کرنے، قصے سنانے کے کام کریں گے تو مقصد نہیں پورا ہوسکتا۔ تو اس میں ہمیں ان سب چیزوں ہو۔ فضولیات سے پرہیز ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف توجّہ پیدا ہو۔ اور اس کے حکموں پر کامل اطاعت سے چلنے کی طرف خاص توجّہ پیدا ہو۔ اور اپنے بھائیوں سے خاص رشتہ محبت اور بھائی چارے کا قائم ہو۔ اور ہرقسم کی خود غرضی اور جھگڑے کو ختم کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب ایک سال یہ دیکھا کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے حق ادا کرنے کی طرف توجّہ نہیں دے رہے اور خود غرضی بعض لوگوں پر غالب آگئی ہے اور بعض چھوٹی چھوٹی باتوں پر بحث مباحثہ اور جھگڑے کی صورت بنی ہے تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے ایک سال جلسہ ہی منعقد نہیں فرمایا تھا۔

(ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

پس جلسہ میں شامل ہونے والے ہر شخص کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس نے جہاں ان دنوں میں ہر چھوٹی سے چھوٹی بات میں اپنے نفس کی اصلاح کی طرف توجّہ دینی ہے، اپنا وقت اِدھر اُدھر ضائع کرنے کی بجائے جلسہ میں سے بدمزگیاں لوگوں میں پیدا ہوجاتی ہیں۔ اور بعض لوگ آپس میں لڑ بھی پڑتے ہیں۔ جلسہ پر تو ہر ایک یہاں آیا ہوتا ہے۔ دو ناراض گروہوں کا یا لوگوں کا آمنا سامنا ہو جاتا ہے۔ یہاں تو ہر احمدی نے آنا ہے۔ اس لئے یہ نہیں ہم کہہ سکتے کہ وہ کیوں جلسہ پر آیا اور وہ کیوں نہیں آیا۔ ناراض لوگوں میں، عورتوں میں بھی اور مردوں میں بھی جب اس طرح ان کی پرانی ناراضگیاں چل رہی ہوں تو جب ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو تیوریاں چڑھنی شروع ہوجاتی ہیں۔ ماتھے پر بل پڑنے شروع ہوجاتے ہیں۔ پھر بعض دفعہ بعض لوگ دُور سے ہی یا چلتے چلتے کوئی نہ کوئی طنز یہ فقرہ کہہ جاتے ہیں اور اظہار یہ ہوتا ہے کہ جس طرح ہم نے ان کو نہیں کہا بلکہ ویسے ہی بات کہی حالانکہ حقیقت میں وہ چڑانے کے لئے یا جان بوجھ کر کہا جاتا ہے۔ اور دوسرا فریق جو پہلے ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا ہوتا ہے وہ بھی غصہ میں کچھ کہہ دیتا ہے۔ گویا ایک لغو حرکت سے

جلسہ ایک ٹریننگ کیمپ ہے جو روحانیت میں ترقی کے لیے جاری کیا گیا ہے

سے بچنا ہے۔ اگر ہم لغو باتوں سے بچیں گے اور لغو گفتگو سے بچیں گے تو یقیناً ایک پُرسکون اور پُرامن اور نیکیاں بکھیرنے والا ماحول پیدا ہوگا اور جلسے کا مقصد پورا ہوگا۔ پھر فسوق جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکلنے کا گناہ ہے اس سے بچنا ہے۔ یہ ضروری چیز ہے کہ ہم کامل طور پر جب دینی مقصد کے لئے آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جوأ اپنی گردن پر ہمیشہ ڈالے رکھیں۔ پس خلاصہ یہ کہ قرآنِ کریم کی تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کرتے ہوئے ہم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق بھی ادا کرنا ہے اور باقی احکامات پر عمل بھی کرنا ہے۔

پھر ایک انتہائی عمل جو تعلقات کو توڑنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور پھر یہ تعلقات سالوں ٹوٹے رہتے ہیں، جھگڑے چلتے رہتے ہیں، ان سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ کی جو اغراض بیان فرمائی ہیں وہ حقیقتاً انہی تین باتوں کے گرد گھومتی ہیں کہ ہمیں اپنی اصلاح کا موقع ملے۔ اپنے نفس کی اصلاح شامل ہونے کے مقصد کو پورا کرتے ہوئے جلسہ کا تمام پروگرام سننا ہے۔ ہر مقرر کی تقریر میں اصلاح اور نیکی کی باتیں مل جاتی ہیں۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہمیں کچھ نہیں ملا یا ہم بہت بڑے عالم ہیں۔ جتنے مرضی بڑے عالم ہوں کوئی نہ کوئی بات مل جاتی ہے یا کم از کم یاددہانی ہو جاتی ہے۔ اس لئے انہیں غور سے سننا چاہئے۔ اپنی روحانیت کو بڑھانے کے لئے اللہ کی عبادت کا حق ادا کریں اور پھر حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی توجّہ رہنی چاہئے۔ یہاں جھگڑے اور جدال کا سوال نہیں کہ جھگڑا ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ جلسہ سے حقیقی فیض پانے کے لئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا وارث بننے کے لئے یہ نہیں کہ جن کے پرانے جھگڑے چل رہے ہیں وہ یہاں آکے جھگڑے کریں بلکہ ان کو بھی ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر صلح کرکے ان کو ختم کرنا چاہئے۔ اپنی اَنانیت کو ختم کریں۔ مجھے علم ہے کہ ہر سال جلسے پر بعض خاندانوں میں، بعض لوگوں میں بعض پرانی باتوں کی وجہ پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکلتے ہیں اور پھر بعض دفعہ لڑائی تک نوبت آجاتی ہے۔ اگر کسی کو اپنے جذبات پر کنٹرول نہیں ہے تو بہتر ہے کہ جلسہ کے ماحول سے پہلے ہی خود ہی باہر چلے جائیں۔ جلسہ میں شامل نہ ہوں۔ دو چار لوگ ہی ایسے ہوتے ہیں جو جماعت کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں اور جلسہ پر آکر بجائے جلسہ کی برکات سے حصہ لینے کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی حاصل کرنے والے بن جاتے ہیں۔ کیا کبھی اللہ تعالیٰ پسند کرے گا کہ ایک نیک مقصد کے لئے جمع ہونے والے مومن اپنی روحانی ترقی اور نیک مقاصد حاصل کرنے کی بجائے فتنہ وفساد کو بڑھانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جب کامیابیاں حاصل کرنے والوں کے بارے میں فرمایا تو عاجزانہ نمازوں کے بعد لغویات سے پرہیز کرنے والوں کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔ الَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ۔ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ (المومنون:2-4) یقیناً

کامیاب ہوگئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں اور لغویات سے بچنے والے ہیں۔ پس یہاں ایک نیک مقصد کے لئے آئے ہیں۔ نمازوں میں تو تقریباً ہر ایک شامل ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عاجزانہ نمازیں پڑھو۔ اللہ تعالیٰ کے کامل فرمانبردار بنتے ہوئے نمازیں پڑھو۔ ظاہری نمازیں نہ ہوں۔ باجماعت نمازوں کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جہاں ایک وحدت پیدا ہو، ایک جسم بن کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں اور اسی طرح ایک دوسرے کی روحانیت اور نیکی بھی ایک دوسرے میں سرایت کرے اور جذب ہو۔ پس جو عاجزانہ نمازیں پڑھ رہے ہوں گے، خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھک رہے ہوں گے ان کا اثر کم درجے والوں پر بھی پڑے گا جو ساتھ کھڑے ہوں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت کرتے ہوئے یہ نمازیں پڑھی جارہی ہوں گی، عاجزی ہوگی تب یہ باتیں ہوں گی۔ کئی لوگ مجھے لکھتے بھی ہیں کہ جلسہ کے دنوں میں خشوع وخضوع کی نمازوں کا انہیں بہت مزا ملتا ہے تو اس مزے کو حاصل کرنے کی ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے تا کہ ان مومنین میں شامل ہونے والے بن جائیں جو فلاح پانے والے ہیں، جو کامیاب ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والوں اور کامیاب ہونے والوں کے لئے مختلف ذریعے بنائے ہیں۔ ان ذریعوں کے اپنانے سے حقیقی اور مکمل کامیابی ملتی ہے۔

جو آیات میں نے پڑھی ہیں ان سے ظاہر ہے کہ دوسرا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے لغو سے اعراض کا فرمایا ہے۔ پس اس طرف بھی ہر احمدی کو جلسہ کے دنوں میں بھی اور بعد میں بھی خاص توجہ دینی چاہئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اَللَّغْو کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں تمام چیزیں آجاتی ہیں۔ یعنی ہر قسم کا جھوٹ، ہر قسم کے گناہ، تاش، جوا، گپیں مارنا، نکتہ چینیاں کرنا۔ یہ سب چیزیں اس میں شامل ہیں۔ (ماخوذ از حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 171)

تاش جوئے کی مثال آپ نے دی ہے اس سے مجھے "WhatsApp" پر بھیجی ہوئی ایک تصویر یاد آ گئی۔ بعض لوگوں پر تو نیک ماحول اور نیک اور مقدس مقامات کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ایک حج پر جانے والے کا تو میں نے ذکر کیا ہے، اس کی مثال دی ہے۔ جس تصویر کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ مسجد میں اعتکاف بیٹھنے والوں کی تصویر تھی جس میں ایسے لوگ بھی تھے۔ کچھ لوگ قرآن کریم یا کچھ کتابیں پڑھ رہے ہوں گے یا حدیث وغیرہ جو بھی پڑھ رہے تھے۔ لیکن کچھ ایسے بھی تھے جو مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ مسجد کا ماحول صاف نظر آرہا ہے اور وہاں تاش کھیل رہے تھے۔ لکھنے والے نے اس پہ comment اپنا یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ یہ لوگ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو یہ حال ہے بعض لوگوں کا کہ عبادتوں میں بھی لغویات کرنے سے باز نہیں آتے لیکن پھر بھی یہ لوگ پکے مسلمان ہیں اور احمدی کافر! یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ سے بھی عملاً استہزاء کر رہے ہیں۔ ان سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے۔ پس یہ نمونے جو ہم غیروں کے دیکھتے ہیں تو ہمیں ان سے سبق لینا چاہئے کہ کبھی ہمارے اندر ایسی باتیں پیدا نہ ہوں اور ساتھ ہی ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمیں توفیق عطا فرمائی کہ ہم نے زمانے کے امام کو مانا ہے جنہوں نے ہمیں بار بار ان لغویات سے بچنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ لغویات کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''رہائی یافتہ مومن وہ لوگ ہیں جو لغو کاموں اور لغو باتوں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں سے اور لغو تعلقات سے اور لغو جوشوں سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں''۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 198)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام لغویات کی نشاندہی فرمادی۔ اب جتنی باتوں کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذکر فرمایا ہے یہ سب ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ ایک لغو کام دوسرے لغو کام کی طرف لے کر جاتا ہے اور اگر غور کریں تو لغو کام لغو باتیں اور لغو حرکتیں جن سے سرزد ہوتی ہیں وہ لغو مجلسوں میں بیٹھنے والے ہوتے ہیں۔ لغو لوگوں کی صحبت سے اور میل ملاپ سے، تعلقات سے اور لغو قسم کے جوشوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر جوش میں آجانا اور غصہ میں آجانا ان سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ اب اعتکاف پر بیٹھ کر تاش کھیلنے والوں کی میں نے مثال دی ہے۔ کہنے کو تو مسجد میں بیٹھے ہیں، اعتکاف میں بیٹھے ہیں، لیکن عبادت کے مقصد کو پورا کرنے کی بجائے لغویات میں مبتلا ہیں۔ اب ان کے ساتھ بیٹھنے والے بھی ویسے ہی لوگ ہوں گے جیسے یہ ہیں۔ ایسے لوگوں کی صحبت بھی خراب کرتی ہے چاہے وہ مسجد میں بیٹھے ہوں۔ لیکن ہم جلسہ پر آنے والوں میں ان دنوں میں ایسی پاک تبدیلی پیدا ہونی چاہئے کہ صرف جلسہ کے دنوں میں نہیں بلکہ بعد میں بھی ہماری صحبت میں بیٹھنے والے ہمیشہ لغویات سے پرہیز کرنے والے ہوں۔ ایسی مجلسیں ہوں جن کے ساتھ بیٹھنے والے کبھی رَدّ نہیں کئے جاتے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہونے والے لوگ ہوتے ہیں۔ ہمارے اخلاق اعلیٰ ہوں۔ ہماری سچائی کے معیار اعلیٰ ہوں جو دوسروں کو بھی ہمارے عملی نمونوں کو دیکھ کر نیک تبدیلیاں پیدا کرنے والا بنا دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ ہمیں نصیحت فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''ایک اَور بات بھی ضروری ہے جو ہماری جماعت کو اختیار کرنی چاہئے اور وہ یہ ہے کہ زبان کو فضول گوئیوں سے پاک رکھا جاوے''۔ فرمایا ''زبان وجود کی ڈیوڑھی ہے اور زبان کو پاک کرنے سے گویا خدا تعالیٰ وجود کی ڈیوڑھی میں آجاتا ہے۔ جب خدا ڈیوڑھی میں آگیا تو پھر اندر آنا کیا تعجب ہے''۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 246-245۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

ڈیوڑھی کیا ہے؟ ڈیوڑھی کہتے ہیں کسی گھر کے مین (main) دروازے کو، مین گیٹ (main gate) کو۔ جب خدا تعالیٰ آپ کے گھر کے قریب آگیا، دروازے پر آگیا تو پھر آپ فرماتے ہیں کہ اس کا اندر آنا کوئی بعید نہیں۔ کوئی تعجب نہیں کرسکتا کہ وہ اندر نہیں آئے گا۔ پس اللہ تعالیٰ لغویات سے بچنے والوں اور حسن اخلاق دکھانے والوں، نرم زبان استعمال کرنے والوں کے قریب ہوجاتا ہے اور اتنا قریب ہوجاتا ہے کہ اگر نیکیوں میں باقاعدگی رہے تو خدا تعالیٰ پھر ایسے لوگوں پر اپنا فضل

فرماتے ہوئے انہیں اپنا بنالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا گھر میں آنا یہی ہے کہ اس بندے کو اپنا بنالے اور جب اللہ تعالیٰ اپنا بنالیتا ہے تو عبادات میں بڑھنے اور نیکیوں میں بڑھنے کی انسان کو توفیق ملتی چلی جاتی ہے۔ پس نیکیوں سے نیکیاں پیدا ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے راستے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ جیسا کہ مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہم یہاں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اور اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کے لئے آئے ہیں۔ جب یہ مقصد ہے تو پھر صرف تقریریں سن کر علمی حظّ اٹھانے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہم اپنے اندر عملی تبدیلیاں پیدا نہ کریں۔ اور عملی تبدیلیوں کے لئے جہاں عبادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا ہے وہاں اعلیٰ اخلاق اور لغویات سے بچ کر ایک دوسرے کا بھی حق ادا کرنا ہے۔ پس اس کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہماری پردہ پوشی فرمائی ہوئی ہے اور ہماری غلطیاں ابھر کر غیروں کے سامنے نہیں آتیں ورنہ اگر ہم میں سے ہر ایک اپنا جائزہ لے تو ہمیں پتا لگے گا کہ کتنی کتنی غلطیاں ہیں اور ہم میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معیار کے مطابق کتنی کمزوریاں پائی جاتی ہیں اور یہ کمزوریاں جماعت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کو بدنام کرنے کا باعث بن سکتی ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہماری طرف منسوب ہو کر ہمیں بدنام نہ کرو۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 146۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔ اگر ہماری عبادتوں کے معیار اچھے نہیں تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بدنام کرنے کا ذریعہ بن رہے ہوں گے۔ اگر ہمارے اخلاق اچھے نہیں تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بدنام کرنے کا ذریعہ بن رہے ہوں گے۔ اگر ہم لغویات میں گرفتار ہیں تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بدنام کرنے کا ذریعہ بن رہے ہوں گے۔ پس ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو ہم احمدیوں پر ہے اور ہمیں اپنے جائزے لیتے رہنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''جو شخص ایمان کو قائم رکھنا چاہتا ہے وہ اعمالِ صالحہ میں ترقی کرے''۔ فرمایا کہ ''یہ روحانی امور ہیں اور اعمال کا اثر عقائد پر پڑتا ہے''۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 366۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس صرف یہ کہنا کہ مَیں عقیدے کے لحاظ سے نہایت پختہ احمدی ہوں کافی نہیں ہے اگر نیک اعمال نہیں ہیں، اگر اعلیٰ اخلاق نہیں ہیں۔ کیونکہ اعمالِ صالحہ میں کمزوریاں آہستہ آہستہ ایمان میں کمزوری کا بھی باعث بن جاتی ہیں۔ پھر نمازوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ: ''نماز سوز و گداز سے ادا کرو اور دعائیں بہت کیا کرو''۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 367۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس ان دنوں میں اور ہمیشہ اپنی نمازوں میں سوز و گداز پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ خدا تعالیٰ سے ہمارا تعلق مضبوط ہو۔ اور ان جلسوں میں شامل ہونے کا حقیقی مقصد تو یہی ہے کہ ہم روحانی طور پر ترقی کریں۔ آپس میں اچھے تعلقات اور ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ: ''جیسے رِفق، حِلم اور ملائمت سے اپنی اولاد سے معاملہ کرتے ہو ویسے ہی آپس میں بھائیوں سے کرو''۔ فرمایا: ''جس کے اخلاق اچھے نہیں ہیں مجھے اس کے ایمان کا خطرہ ہے کیونکہ اس میں تکبر کی ایک جڑ ہے''۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 369۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

آپ فرماتے ہیں کہ: ''متکبر دوسرے کا حقیقی ہمدرد نہیں ہو سکتا۔ اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہ رکھو بلکہ ہر ایک کے ساتھ کرو''۔ چاہے وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم ہر ایک کے ساتھ ہمدردی کرو۔ فرمایا: ''خدا سب کا ربّ ہے''، صرف مسلمانوں کا ربّ نہیں ہے۔ خدا تو ہر ایک کا ربّ ہے چاہے وہ کوئی ہو۔ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والا ہو۔ پھر فرماتے ہیں کہ ''ہاں مسلمانوں کی خصوصیت سے ہمدردی کرو''۔ انسانیت کے ناطے ہر ایک سے ہمدردی کرنی چاہئے اور مسلمانوں کی خاص طور پر کرو۔ ''اور پھر متقی اور صالحین کی اس سے زیادہ خصوصیت سے''۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 371۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اور جو لوگ متقی ہوں، صالحین میں شمار ہوتے ہوں ان کے ساتھ تو پھر مزید تعلق بڑھ جاتا ہے اور بڑھنا چاہئے۔

پس یہ وہ نصائح ہیں جو ہمیں اپنے اندر روحانی تبدیلی پیدا کرنے والا بنا سکتی ہیں۔ ایک دوسرے کے لئے ہمدردی کے جذبات ہمارے اندر ہوں گے، تکبر کو ہم دل سے نکالنے والے ہوں گے، اپنی اولاد کی طرح ایک دوسرے سے نرمی اور ملائمت سے اور پیار سے بات کرنے والے ہوں گے۔ اگر یہ چیزیں ہوں گی تو ان تمام جھگڑوں اور فسادوں سے بچنے والے ہوں گے جو ہمیں بسا اوقات ابتلا میں ڈال جاتے ہیں۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا یہاں جلسے پر بھی ایسے اظہار ہو جاتے ہیں۔ اور پھر مَیں کہوں گا کہ ہمارا یہاں جمع ہونے کا مقصد اپنی روحانی اور عملی حالت کو ترقی دینا ہے اور یہ مقصد ہم اس وقت پورا کر سکتے ہیں کہ ایک کوشش سے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دینے والے ہوں۔ پس ان دنوں میں بہت توجہ سے اس بات کا خیال رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ جلسہ کی انتظامیہ کے ساتھ بھی بھرپور تعاون کریں۔ حالات کی وجہ سے اگر بعض دفعہ داخلی راستوں پر چیکنگ وغیرہ میں وقت لگ جائے تو وہاں بھی برداشت کریں۔ حوصلے اور صبر سے کام لیں اور بیشمار یہ جو کام کرنے والے کارکنان اور کارکنات ہیں، مرد اور عورتیں ہیں، بچے بچیاں ہیں ان سے بھرپور تعاون کریں۔ یہ نہ دیکھیں کہ کون کس عمر کا ہے۔ یہ دیکھیں کہ جو اس کے ذمہ کام دیا گیا ہے وہ اس کو سرانجام دینے کے لئے آپ کو کوئی باتیں کہہ رہا ہے جس پر آپ نے عمل کرنا ہے۔ ان کے لئے دعائیں بھی بہت کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحیح رنگ میں کام کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم جلسہ سے حقیقی فیض پانے والے ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے وارث بنیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 23 ستمبر 2016ء۔ خطبہ جمعہ 2 ستمبر 2016ء)

تعارف کتب

محمد انیس دیالگڑھی

کرامات الصادقین

اس کتاب کا جرمن ترجمہ کرنے کی سعادت مکرم انتصار احمد صاحب اور مکرم مبارک احمد تنویر صاحب کے حصہ میں آئی۔ Die Wunder der Wahrhaftigen کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

ضلع گورداسپور کے قصبہ بٹالہ کے رہائشی مشہور عالم دین مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ سے قبل اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں آپ کے بارے میں لکھا تھا کہ اس جیسا اسلام کا کوئی حامی گذشتہ تیرہ سو سال میں پیدا نہیں ہوا۔ لیکن جب آپؑ نے مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ فرمایا تو یہی مولوی صاحب آپؑ کے سب سے بڑے دشمن اور مکفّر و مکذّب بن گئے۔ جنوری 1893ء کے اشاعۃ السنہ کے پرچے میں آپؑ پر الزامات لگاتے ہوئے دعویٰ کیا کہ حضور عربی علوم اور علمِ قرآن سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جھوٹ اور سچ کو جانچنے کے لیے یہ تجویز فرمائی کہ قرآنِ کریم کی کسی بھی سورہ کی فصیح عربی زبان میں مقفّٰی و مسجّع تفسیر لکھی جائے جو ایسے حقائق اور معارف پر مشتمل ہو جن کا ذکر گذشتہ تفاسیر میں نہ ہو۔ مولوی محمد حسین صاحب سمیت کوئی بھی عالمِ دین مقابلہ پر نہ آیا۔ اس پر حضور نے فصیح و بلیغ عربی زبان میں رسالہ کرامات الصادقین تصنیف فرمایا جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

''اے مکفّرو جو میری تکذیب پر مصرّ اور میرا گریبان چاک کرنے کے درپے ہو، اچھی طرح جان لو اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔ یہ رسالہ میرے اور تمہارے معاملہ کو پرکھنے کے لیے ایک معیار ہے۔ سو اگر تم سبّ و شتم سے باز نہیں آتے اور اپنے ربّ کے غضب سے نہیں ڈرتے اور یہ سمجھتے ہو کہ تم شریعت کے علمبردار، شیخ طریقت، علماءِ ملت اور فاضلانِ امّت ہو، تو (میرے اس) رسالے کی نظیر لاؤ، اگر تم سچے ہو۔ لیکن اگر تم ایسا نہ کرو اور بخدا تم ہرگز ایسا نہ کرسکو گے تو پھر اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم لَوٹائے جاؤ گے اور اس آگ سے ڈرو جو مجرموں کے اندرونے تک کو کھا جاتی ہے۔ اور بخدا مَیں نے یہ رسالہ صرف تمہاری نخوت کو توڑنے اور تمہاری رعونت کے شعلے بجھانے کے لیے تالیف کیا ہے''۔

پھر آپؑ اس رسالہ کی غرض و غایت اور خوبیاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور اس رسالے میں قرآن کے دقائق درج کئے گئے ہیں۔ اِسے عرفان کی خوشبو سے خوب معطّر کیا گیا ہے۔ جنّتوں کے چشمۂ تسنیم کے پانی کو اس کی طرف لایا گیا ہے۔ اس رسالے نے خوبصورت چہرے اور بادِ نسیم کی مہک سے پردہ ہٹایا اور خوبصورت چہرہ دکھلایا اور اس کی چمک دمک نے موتیوں کو شرمندہ کر دیا۔ اور دل آتشِ عشق سے سوزاں ہوئے اور معاندوں کے سینوں میں غموں کا ایک طوفان بپا کیا''۔

پھر آپؑ نے آنحضرت ﷺ کے اُس عظیم الشان معجزہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کس طرح آپؐ نے لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھائیں اور انہیں تفرقے اور تاریک و تار راہوں سے نجات بخشی اور اُنہیں خصائلِ شنیعہ سے پاک کیا یہاں تک کہ وہ اخیار الناس موسوم ہوئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی باگیں فساد کی راہوں سے ہٹا کر سیدھی راہوں کی طرف کر لیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا:

''موافق اس سنّت غیر متبدلہ کے کہ ہر یک غلبۂ تاریکی کے وقت خدا تعالیٰ اس اُمّت مرحومہ کی تائید کے لیے توجہ فرماتا ہے۔ یہ عاجز بھی اس صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجدّد کا خطاب پا کر مبعوث ہوا''۔

اسی طرح آپؑ نے قرآنِ کریم کے بے نظیر ہونے کی مثالیں پیش فرمائیں اور چار بے نظیر قصائد شامل فرمائے جو آپ نے الٰہی تائید کے تحت لکھے اور اس کی نظیر لانے کا چیلنج دیا۔ پہلا قصیدہ ان اشعار سے شروع ہوتا ہے:

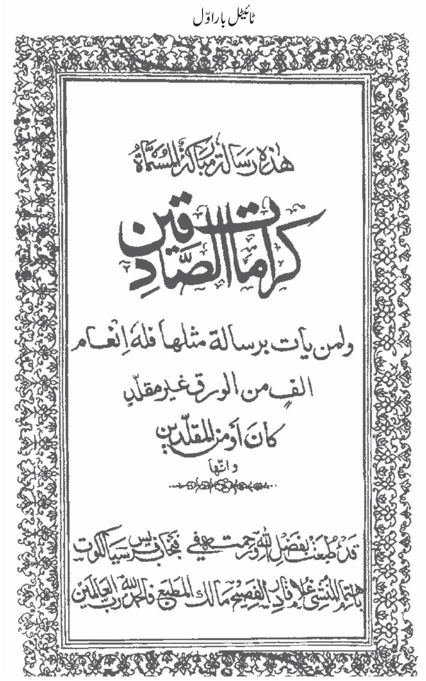
ٹائیٹل بار اول

هذه رسالة مباركة المسماة

كرامات الصادقين

ولمن يأت برسالة مثلها فله إنعام الف من الورق غير مقلد

كان أومن للمقلدين

قد طبعت بفضل الله ورحمته في پنجاب پریس سیالکوٹ

باهتمام الشيخ غلام قادر الفصيح مالك المطبع والحمد لله رب العالمين

یَا قَلْبِیَ اذْکُرْ اَحْمَدَا
عَیْنَ الْهُدیٰ مُفْنِی الْعِدَا
بَرًّا کَرِیْمًا مُحْسِنًا
بَحْرَ الْعَطَایَا وَالْجَدَا

یہ تمام قصائد عربی دان طبقہ میں نہایت محبّت اور قدر و عظمت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور عشّاقانِ رسولؐ انہیں پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی محبّت کی آگ اپنے سینوں میں محسوس کرتے اور اپنے ایمانوں کو گرماتے ہیں۔ قصائد کے بعد آپؑ نے اس رسالہ میں سورۃ فاتحہ کی نہایت پر معارف تفسیر عربی زبان میں رقم فرمائی اور فرمایا:

''مجھے الہام کرنے والے منّان خدا کی طرف سے اس کا فہم دیا گیا ہے''۔

اور اس تفسیر کو پڑھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ کے تحت رحمٰن خدا نے خود یہ تفسیر حضورؑ کے معجز نما قلم سے لکھوائی ہے۔

کتاب کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مدح میں لکھے گئے چند دیگر قصائد بھی شامل کیے گئے ہیں۔ ایک قصیدہ حکیم الامّت حضرت مولوی نورالدین صاحب کا جبکہ دوسرے قصائد مکرم محمد سعید الشامی الطرابلسی کے تحریر کردہ ہیں اور آپ کا ایک خواب بھی اس میں درج ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرم مولانا ایچ۔ایم۔طارق صاحب

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کے نواسے اور حضرت علیؓ کے صاحبزادے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شعبان 4 ہجری کو پیدا ہوئے۔ نبی کریم ﷺ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃؓ الزہراء کے گھر میں بیٹے کی ولادت کی خوشخبری سن کر تشریف لائے۔ آپؐ نے بچے کا نام حسین رکھا یعنی ظاہری حُسن اور باطنی خوبیوں کو جمع کرنے والا۔اس کے کان میں خود اذان کہی۔ حضرت فاطمہؓ نے ولادت حسنؓ پر کی جانے والی نبی کریمؐ کی نصیحت کے مطابق پہلے حسینؓ کے سر کے بال منڈوائے پھر بالوں کے وزن کے برابر اللہ کی راہ میں چاندی صدقہ کی اور دو مینڈھے عقیقہ کروائے۔

رسول اللہ ﷺ اکثر ان کے گھر جاکر ان سے ملاقات فرماتے ان کی بچگانہ ادائیں دیکھ کر خوش ہوتے انہیں اٹھاتے اور فرطِ محبّت سے انہیں سینہ سے چمٹا لیتے۔ مسجدِ نبوی میں رسول اللہ ﷺ حالتِ سجدہ میں ہوتے اور یہ بچے آپؐ کی پشت پر سوار ہوجاتے۔نماز کے بعد آپ انہیں گود میں اٹھا لیتے۔ایک دفعہ رسول کریم ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ حسینؓ مسجد میں داخل ہوئے۔آپ کی نظر اپنے کم سن نواسہ پر پڑی تو منبر سے اتر آئے اور انہیں اٹھاکر سینے سے لگا لیا۔ اکثر آپؐ ان بچوں کے لئے دعائیں کرتے۔ "اے اللہ! مَیں ان سے محبّت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبّت کر"[1]۔ آنحضور ﷺ کے بعد آپؐ کے خلفاء کے ساتھ بھی آپ کا محبّت و عقیدت اور احترام کا تعلق رہا۔

حضرت امام حسینؓ کی شہادت الٰہی تقدیروں میں سے ایک تقدیر مبرم معلوم ہوتی ہے جیسا کہ بعض روایات سے ظاہر ہے۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتہ نے نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے اسے اجازت دے کر حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا کہ دروازے پر دھیان رکھنا کوئی اندر نہ آئے۔ اتنے میں حضرت حسینؓ اچھلتے کودتے اندر چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر سوار ہوگئے۔فرشتہ نے پوچھا یہ بچہ آپ کو بہت پیارا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کہ آپؐ کی امت اسے شہید کر دے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کی قتل گاہ بھی آپ کو دکھا سکتا ہوں۔ پھر اس نے کچھ سرخ مٹی اپنے ہاتھ میں لے کر دکھائی۔حضرت ام سلمہؓ نے وہ مٹی لے کر اپنے کپڑے کے پلّو میں باندھ لی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم سنتے تھے کہ یہ شہادت کربلا میں ہوگی[2]۔

جہاں شہادت امام حسینؓ اسلامی تاریخ کا ایک دلخراش سانحہ ہے وہاں رسول اللہؐ کی ایک پیشگوئی بھی اس کے ذریعہ پوری ہوئی۔جس کا تاریخی پسِ منظر یوں ہے کہ حضرت امام حسنؓ کی شہادت کے بعد 56ہجری میں امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کردیا جس پر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے انتشار اور تفرقہ سے بچنے کے لئے یزید کی بیعت کرلی۔حضرت عبداللہؓ بن

1-بخاری کتاب الفضائل باب مناقب الحسن والحسینؓ

2-مسند احمد بن حنبل جزء3 صفحہ265

عمر اور عبداللہؓ بن زبیر اور امام حسینؓ نے بیعت نہ کی۔ ان کی رائے تھی کہ یزید اپنے فسق وفجور کی حالت میں خلیفۃ المسلمین بننے کا اہل نہیں۔ امیر معاویہؓ کے حامیوں کا یہ موقف تھا کہ یزید کی ولی عہدی کے اعلان اور بیعت کے بعد اب مخالفت جائز نہیں۔ تاہم امیر معاویہؓ کی زندگی میں اس بیعت کے لیے کوئی اصرار نہیں ہوا۔

اہلِ کوفہ کی دعوت

60ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی امیر مدینہ کو ہدایت کی کہ ان تینوں حضرات سے فوری بیعت لی جائے۔ جس پر امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے گئے۔ جہاں حضرت امام حسینؓ کو اہلِ کوفہ کی طرف سے کثرت سے بیعت کے خط آئے جن میں آپ کو کوفہ آنے کی دعوت تھی۔ انہوں نے حقیقتِ حال معلوم کرنے کے لیے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بھجوایا۔ ان کی اس اطلاع پر کہ اٹھارہ ہزار اہلِ کوفہ آپ کی بیعت پر متفق ہیں آپ نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس سمیت کئی بزرگوں نے اس فیصلہ کی مخالفت کی تو حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ وہ استخارہ کے بعد کوئی رائے قائم کریں گے پھر الٰہی تقدیر کے مطابق بالآخر انہوں نے مع اہل وعیال کوفہ جانے کا عزم کرلیا۔

مسلم بن عقیلؓ کی شہادت

ادھر یزید کو علم ہوا کہ مسلم بن عقیلؓ امام حسینؓ کے لئے اہلِ کوفہ سے بیعت لے چکے ہیں تو اس نے بصرہ کے حاکم ابن زیاد کو کوفہ بھجوادیا، جس نے وہاں حکومت کا نظم ونسق سنبھال لیا، اسی نے اہلِ کوفہ کو روپے کا لالچ دے کر مسلم بن عقیل کو (جو رئیس کوفہ ہانی کے گھر رُوپوش تھے) گرفتار کرلیا۔ حضرت مسلم کو ابن زیاد سے گفتگو کے بعد یقین ہوگیا کہ وہ شہید کردیے جائیں گے۔ انہوں نے حضرت امام حسینؓ کو اہلِ کوفہ کی عہد شکنی کے باعث کوفہ نہ آنے کا پیغام بھجوایا۔ ہانی اور مسلم 3ذوالحجہ کو شہید کردیئے گئے۔ کرشمۂ تقدیر ملاحظہ ہو کہ اسی روز حضرت امام حسینؓ مکہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے تھے مگر اس واقعہ کی اطلاع آپؓ کی روانگی کے بعد مکہ پہنچی۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کو حالات کی نزاکت کا اندازہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس سفر کے آغاز پر انہوں نے جو اظہار کیا اس سے خدا کی تقدیر پر ان کے ایمان، توکل کے علاوہ حسنِ نیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا مقصد حمایت حق اور تردید باطل تھا۔ انہوں نے فرمایا ''اللہ ہی کے ہاتھ میں تمام کام ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور ہمارا رب ہر روز نئی شان میں ہوتا ہے۔ اگر کوئی چیز ہماری مراد کے موافق ہوئی تو ہم اللہ کا شکر ادا کریں گے اور اگر تقدیرِ الٰہی ہماری مراد میں حائل ہوگئی تو وہ شخص زیادتی اور خطاء پر نہیں ہوتا جس کی نیت حق کی حمایت پر ہو۔ اور جس کے دل میں خوف خدا ہو''۔

سفر کربلا

مکہ مکرمہ سے کربلا تک قریباً نوصد کلومیٹر کا سفر ایک ماہ میں طے ہوا۔ کئی روز بعد خزیمہ مقام پر آپ کو مسلمؓ بن عقیلؓ کی شہادت کا علم ہوا۔ اس اطلاع پر واپسی کے مشورے شروع ہوئے مگر حضرت مسلم کے بھائی کوفہ جاکر بدلہ لینے پر مصر تھے۔ اسی دوران حضرت امام حسینؓ نے رؤیا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ آپ کو کوئی ارشاد فرماتے تھے جس کا مطلب انہوں نے یہی سمجھا کہ میری جان پر کچھ بھی گزر جائے اب واپسی محال ہے۔

تاہم آپ نے اپنے ہمراہیوں کو واپسی کا اختیار دے دیا اور عام لوگ تتر بتر ہونے لگے صرف بہتّر کی تعداد میں جاں نثار باقی رَہ گئے جن میں اہلِ بیت کے علاوہ چند دوسرے لوگ بھی تھے۔

اشراف مقام پر حاکم کوفہ ابنِ زیاد کے حکم پر حُرّ بن یزید ایک ہزار کا لشکر لے کر آ گیا۔ وہ اس قافلہ کو گھیر کر کوفہ لے جانا چاہتا تھا۔ حضرت امام حسینؓ نے بارہا کھل کر یہ اظہار کیا کہ میں نے اہلِ کوفہ کے بلاوے پر وہاں جانے کا عزم کیا تھا، اگر ان کی رائے بدل گئی ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ انہوں نے حُرّ بن یزید کو اہلِ کوفہ کے وہ خط بھی دکھائے مگر اس نے کہا کہ ہم یہ خط لکھنے والے نہیں، ہمیں تو اپنے امیر کا حکم ہے کہ آپ کو کوفہ لے جائیں یا آپ مدینہ کا کوئی راستہ لیں جہاں یزیدی حکومت کا امیر موجود تھا۔ حضرت امام حسینؓ نے کہا کہ ''اس سے موت بہتر ہے''۔ اب واپسی کی راہیں مسدود ہوچکی تھیں۔ 2 محرم کو پھر کسی دوسری طرف نکل جانے کی تدبیر کی مگر حُرؒ نے انکار کردیا یہاں تک کہ میدانِ کربلا پہنچے۔ یہاں ابن زیاد کا قاصد حُرّ کے نام خط لایا کہ امام حسینؓ کو روک کر بے آب وگیاہ بیابان میں اتار دو۔ چنانچہ اس نے حضرت امام حسینؓ کو یہ اطلاع دی کہ مجھے حکم ملا ہے کہ آپ سے بیعت لوں یا پھر یزید کے پاس بھجوادوں، حضرت امام حسینؓ نے قاصد سے کہا کہ ''ان پر عذاب آنے کو ہے''۔ پھر اپنے ساتھیوں کے سامنے خدا کی راہ میں جان دینے کا بلند مرتبہ بیان کر کے صورتحال پر روشنی ڈالی۔

ابن سعد لشکرِ کربلا میں

3 محرم کو عمر ابن سعد کوفہ سے مزید چار ہزار فوج لے کر کربلا پہنچ گیا۔ اس نے حضرت امام حسینؓ سے یہاں آنے کی وجہ پوچھی۔ امام حسینؓ نے فرمایا ''میں اہلِ کوفہ کے اصرار پر آیا ہوں۔ اگر میرا آنا منظور نہیں تو مجھے واپس جانے دو۔ ابنِ زیاد نے یہ سن کر بظاہر اطمینان کا اظہار کیا مگر امام حسینؓ کے رشتہ کے ماموں شمر ذی الجوشن نے اُکسایا کہ بیعت یزید کے لیے امام حسینؓ کو قابو کرنے کا یہی موقع ہے۔

4 محرم کو ابن زیاد نے ایک طرف ابن سعد کو خط بھجوایا کہ امام حسینؓ اور اس کے اصحاب پہلے بیعت کریں۔ دوسری طرف مسجد کوفہ میں عوام کو انعام واکرام کا وعدہ کر کے قتل حسین پر آمادہ کیا۔ جس پر شمر، حصین اور ابن نمیر کے ساتھ چار چار ہزار کے تین لشکروں کے علاوہ یزید بن رکاب اور محمد بن اشعث کے ساتھ مزید تین ہزار کا لشکر تیار ہوگیا۔

5 محرم کو یہ لشکر کوفہ سے کربلا روانہ ہوئے اور 6 محرم کو کربلا پہنچنے لگے۔ ابن سعد نے عمرو بن حجاج کی کمان میں پانچ صد کی نفری دریائے فرات پر تعینات کی تا کہ آلِ رسول ﷺ کو پانی سے روکیں۔

7 محرم کو پانی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے امام حسینؓ نے پچاس سوار وپیادے دریائے فرات پر بھجوائے

جو عمرو بن حجاج کے روکنے کے باوجود بحفاظت اپنے مشکیزے پانی سے بھر لائے۔

رات کو حضرت امام حسینؓ نے ابن سعد کو بلوا کر اتمام حجت کرتے ہوئے آلِ رسول سے جنگ سے باز رہنے کی تلقین کی۔

کربلا میں شمر کی آمد

8 محرم کو ابن زیاد نے ابن سعد کو کہلا بھیجا کہ تمہیں امام حسینؓ سے مذاکرات کرنے نہیں بھجوایا تھا، اپنا فرض ادا کرو یا لشکر کی کمان چھوڑ دو۔ اور مزید نگرانی کے لئے علی الصبح شمر ذی الجوشن کو بھی کربلا روانہ کر دیا۔

9 محرم الحرام کو شمر نے کربلا پہنچ کر ابن سعد کو پیغام دیا کہ فوراً جنگ شروع کر دو، ورنہ کمان میرے سپرد کر دو۔ ابن سعد نے تیاری شروع کی۔ امام حسینؓ نے اگلی صبح تک مہلت چاہی۔

اس دوران شمر نے اپنے رحمی رشتہ کے واسطہ سے اہل بیت کے لیے اَمان کا اعلان کر کے حضرت امام حسینؓ کے ساتھیوں کو ان سے الگ ہونے کی دعوت دی مگر انہوں نے نہایت حقارت سے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور ببانگ دہل کہا کہ ہم ہر قدم پر وفا کریں گے اور جاں فدا کر کے دکھائیں گے۔ رات کو حضرت امام حسینؓ نے خیموں کے پیچھے خندق کھود کر اس میں لکڑیاں بھر دینے کا حکم دیا تا کہ بوقت ضرورت آگ جلا کر اسے حفاظتی روک کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔

حضرت امام حسینؓ کے بڑے صاحبزادے اٹھارہ سالہ علی اکبر پچاس ساتھیوں کے ہمراہ پانی کی چند مشکیں بھر کر لائے۔ حضرت امام حسینؓ نے ساتھیوں سے فرمایا "یہ تمہارا آخری توشہ ہے۔ وضو اور غسل کرو اور کپڑوں میں خوشبو لگاؤ کہ یہی تمہارے کفن ہوں گے"۔ پھر آپ نے لمبی خندق پیچھے رکھ کر خیمے ترتیب دیئے۔ جن کے آگے اپنے بھائی حضرت عباسؓ کو علم سونپا، میمنہ پر زہیر اور میسرہ پر حبیب کو مقرر کیا۔ دوسری طرف کئی ہزار کا یزیدی لشکر تھا۔ جس کے میمنہ پر عمرو بن حجاج، میسرہ پر شمر ذی الجوشن، سواروں پر عمرو بن قیس اور پیادوں کا سالار شیث بن رکاب تھا۔

10 محرم کی شب اس مقدس قافلہ کربلا کی آخری رات تھی۔ جس میں حضرت امام حسینؓ نے ہتھیار تیار کروائے اور یہ رات عبادت اور دعاؤں میں گزاری۔ ذرا آنکھ لگی تو خواب میں دیکھا کہ کتّے ہم پر حملہ آور ہیں۔ بہن زینب نے صورتحال بھانپ کر کہا کاش! آج موت میرا خاتمہ کر دیتی۔ میری ماں فاطمہؓ باپ علیؓ اور بھائی حسنؓ کے بعد آپ ہی ہمارا سہارا تھے۔ امام حسینؓ نے کمال تحمل سے فرمایا زینب! حلم ووقار کو شیطان کے حوالے مت کرو۔ عرض کیا بھائی آپ کے بدلے میری جان قربان ہو جائے۔ حضرت حسین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ زینب بھی رونے لگیں تو بھائی نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا "ایک نہ ایک دن سب نے خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔ تمہیں خدا کی قسم کہ میری موت کے بعد اسوۂ رسول کے خلاف نہ کرنا۔ نہ گریبان پھاڑنا نہ منہ نوچنا نہ بین کرنا"[3]۔

قیامت کرب و بلا

آخر 10 محرم کی صبح قیامت برپا ہوئی۔ حضرت امام حسینؓ کے ساتھ صرف بہتّر 72 جاں نثار تھے۔ مقابل پر کئی ہزار مسلح سپاہی۔ جھنڈا عباس کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت حسینؓ نے میدانِ جنگ میں جانے سے قبل قرآن سامنے رکھا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی: ''خدایا! تو ہر مصیبت میں میرا بھروسہ اور ہر تکلیف میں میرا آسرا ہے ہمیشہ تو ہی میرا پشت و پناہ تھا اور ہمیشہ مَیں نے تیری طرف ہی رجوع کیا تو ہی ہر بھلائی کا مالک ہے'' دعا کے بعد نکلے تو سامنے شمر تھا حضرت امامؓ کے ایک ساتھی نے اس پر وار کرنے کی اجازت چاہی تو آپؓ نے منع کر دیا کہ پہل نہیں کرنی۔ بریر بن حضیر نے حضرت امام حسینؓ کی اجازت سے ابن سعد کو آلِ رسول کی غیرت اور خوفِ خدا دلایا۔ اس نے کہا "ہم تو انہیں ابن زیاد کے پاس کوفہ لے جانا چاہتے ہیں"۔ میدانِ جنگ میں اترنے سے قبل حضرت امام حسینؓ نے عمامۂ رسول سر پہ رکھا اور آخری طویل خطاب فرمایا جس میں اہل بیت کے حوالہ سے اپنے تعارف کے بعد مدینہ سے مکہ آمد اہلِ کوفہ کی دعوت اور مسلم بن عقیل کی شہادت کا ذکر کیا اور مدِّمقابل موجود اہلِ کوفہ کے سرداروں کے نام لے کر اتمامِ حجّت کر کے فرمایا کہ کیا میں تمہارے بلاوے پر نہیں آیا؟ اس موقع پر ایک دفعہ پھر آپ نے دشمن سے واپسی کے پُر امن راستہ کا مطالبہ کیا مگر دوسری طرف سے بدستور بیعت یزید پر اصرار یا یہ مطالبہ تھا کہ ہمارے ساتھ کوفہ چلیں۔ اس پر آپ نے عمر بن سعد کو للکارا کہ ''جس حکومت کی خاطر تم یہ سب کچھ کر رہے ہو وہ تمہیں کبھی نصیب نہ ہو گی''۔ ابنِ سعد نے ناراض ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب کیا انتظار کرتے ہو اور ان کو کیوں مہلت دے رکھی ہے؟ اس وقت ایک حیرت ناک واقعہ رونما ہوا۔

یہ حضرت امام حسینؓ کے اتمامِ حُجّت کا اثر تھا یا قدرتِ خداوندی کا کرشمہ کہ حُرّ بن یزید کی غیرتِ ایمانی جاگی۔ وہ عمر بن سعد سے ملاقات کر کے گھوڑے پر سوار، اپنی ڈھال آگے کئے امام حسین کی طرف بڑھا اور ڈھال پھینک کر معافی کا طلبگار ہوا اور لجاجت سے عرض کیا کہ میں ہی آپ کو گھیر کر کربلا لے آیا ہوں۔ آپ مجھے معاف کر دیں، اللہ بھی مجھے معاف کرے آپ بھی معاف کر دیں۔ اور میری یہ درخواست قبول فرمائیں کہ آپ کی طرف سے لڑ کر جان کا نذرانہ پیش کر دوں۔

یزیدیوں کا آغاز جنگ

اب عمر بن سعد نے ایک علامتی تیر چلا کر جنگ کا آغاز کر دیا۔ اِدھر حضرت امام حسینؓ نے حرّ کو اجازت دی۔ وہ کمال بے جگری سے لڑے اور اکیلے چالیس مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور کمال بہادری سے لڑتے ہوئے جان دے دی۔ پھر مبارزت شروع ہوئی تو میدان کربلا میں تسلیم ورضا کے عجب قصے رقم ہوئے۔ ایک ایک فدائی میدان میں اترنے سے قبل حضرت امام حسینؓ کے سامنے آ کر پہلے سلام کرتا اور پھر آپ کی اجازت و دعا کے ساتھ میدانِ کارزار میں اُتر کر جامِ شہادت نوش کرتا۔ حضرت امام حسینؓ ہر پروانے کو اجازت دیتے ہوئے یہ آیت پڑھتے:

3- الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد 2 ص 182۔ تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 333

فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ (الاحزاب:24)

کہ ان میں بعض نے اپنی منّتیں پوری کیں اور کچھ ابھی انتظار میں ہیں کہ دل کی حسرتیں نکالیں۔

حُرؓ کے بعد پندرہ وفاشعار جامِ شہادت نوش کر کے بیسیوں دشمنوں کو ہلاک کر چکے تو ابن سعد نے مبارزت کی بجائے یکبارگی حملہ کا فیصلہ کیا۔ شمرنے اپنے لشکر اور حصین بن نمیر کے تیراندازوں کی مدد کے ساتھ قافلہ امام حسین کے بائیں حصہ پر حملہ کیا جہاں مقابلے میں صرف بتیس سوار تھے۔ خیموں کی طرف سے تیر آنے پر شمر کا گھوڑا زخمی ہوا تو عمر بن سعد نے خیمے جلا دینے کا حکم دے دیا۔

میدان کارزار گرم تھا کہ نماز ظہر کا وقت ہوگیا تو نواسہ رسولؐ نے نماز ادا کرنے کی اجازت چاہی۔ مگر ابن سعد اور اس کے ساتھیوں نے یہ کہہ کر اجازت دینے سے انکار کیا کہ تم منکرین بیعت یزید ہو، تمہاری نمازیں بھی قبول نہیں۔ مجبوراً حضرت امام نے نمازِ خوف ادا کی۔ نمازِ ظہر کے بعد پھر گھمسان کا رَن پڑا۔ مشہور جانباز سعید بن عبداللہ الحنفی نے امام حسینؓ کے آگے سینہ سپر ہو کر جان دے دی۔ ان کے بعد زہیر بن قیس شہید ہوئے۔ یکے بعد دیگرے پروانے جانیں وار رہے تھے۔ حنظلہ شامی لڑتے ہوئے کہتے جاتے تھے کہ نواسہ رسولؐ کو شہید نہ کرنا ورنہ تم پر عذاب وارد ہوگا۔ امام حسینؓ نے فرمایا "یہ بدبخت ہو چکے ہیں ان پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں"۔ الغرض اڑتیس اور ساتھی شہید ہوگئے۔ آخری ساتھی روتے ہوئے آگے بڑھے اور حضرت امام حسینؓ سے عرض کیا کہ یہ آنسو آپ کی خاطر ہیں کہ ہم آپ کے لیے کچھ بھی نہ کر سکے حضرت امام حسینؓ نے فرمایا خدا تمہیں متقیوں کی جزا دے۔

سب فدائیوں کی شہادت کے بعد اب اہل بیت رسولؐ کی باری آئی اٹھارہ سالہ صاحبزادہ علی اکبر میدان میں آئے اور دشمنوں کو للکارا

اَنَا عَلِیُّ بۡنُ حُسَیۡنِ بۡنُ عَلِی
وَ رَبِّ الۡبَیۡتِ وَلِیُّ بِالنَّبِیِّ

یعنی میں علی بن حسین ہوں۔ اور ربِّ کعبہ کی قسم نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کا پیارا ہوں۔

یہ کہہ کر انہوں نے بھی بے جگری سے لڑتے ہوئے بہادری کے ساتھ جان دے دی۔ پھر کیا تھا پھوپھی زینب کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ حضرت حسینؓ نے بہن کو خیمہ میں بھجوایا اور اپنے لختِ جگر علی اکبر کی نعش خیمہ کے سامنے لا رکھی۔ دریں اثناء علی اکبر کے کم سن بھائی بھی شہید کر دئے گئے۔ ان کی والدہ معصوم کی لاش دیکھ کر سکتہ میں آگئیں۔ علی اصغر امام حسین کے ہاتھوں میں تھے ایک ظالم نے تیر مارا جو گلے میں پیوست ہوا۔ اور وہ بھی شہید ہو گئے۔

اس کے بعد مسلم بن عقیل کے بیٹے عبداللہ اور پھر جعفر طیار کے پوتے عدی نے جامِ شہادت نوش کیا۔ عقیل کے صاحبزادے عبدالرحمٰن اور حسن کے صاحبزادہ قاسم شہید ہوئے۔ یہ دیکھ کر علمدار عباس کے کہنے پر عبداللہ، جعفر اور عثمان تینوں بھائی امام حسینؓ کے آگے دیوار بنا کر کھڑے ہوگئے اور جانیں نچھاور کر دیں۔ اب آخری فرد عباس سامنے آئے اور دلیری سے جان فدا کر دی۔ اہلِ بیت رسولؐ کے بیس جگر گوشے آن واحد میں میدان کربلا میں ذبح ہوئے پڑے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ

شہادت امام حسینؓ

اب حضرت امام حسینؓ میدان میں تنہا رہ گئے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔ وہ سارے دن کی تلوار زَنی اور تنہا اہل بیت کی نعشیں سنبھالنے کی مشقت سے چُور تھے۔ خیمہ میں موجود خواتینِ مبارکہ اور بیمار بیٹے زین العابدین سے آخری ملاقات کر کے میدان میں اُترے۔ آپ کمال شجاعت سے پہلے میمنہ پر اور پھر میسرہ پر حملہ آور ہوئے۔ دشمن سے مقابلہ کرتے کرتے شدّتِ پیاس کے باعث انہوں نے فرات کا رُخ کیا اور گھوڑا پانی میں ڈال کر چاہا کہ وہ بھی پانی پی لے۔ اس دوران ایک تیر دہن مبارک میں آ لگا جس سے خون کا فوارہ چھُوٹا۔ پھر بھی آپ آخر دم تک مقابلہ کرتے رہے اور دشمن کو للکار کر کہا "خدا کی قسم آج کے بعد تم کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو گے جس کی وجہ سے خدا اتنا ناراض ہوگا۔ مَیں تو اپنے محبوب خدا کے پاس جاتا ہوں مگر وہ دونوں جہان میں تم سے میرا انتقام ضرور لے گا۔

آپؓ کو شہید کرنے کے بعد کوفیوں نے خیموں کو لُوٹنا شروع کر دیا حتّٰی کہ خواتین مبارکہ کے سَروں سے چادریں تک اُتارنے سے بھی دریغ نہ کیا گیا"۔ پھر عمر بن سعد نے منادی کروائی کہ کون اپنے گھوڑے کے سموں سے حضرت امام حسینؓ کو پامال کرے گا۔ یہ سن کر دس بدبخت سوار نکلے اور اپنے گھوڑوں سے آپؓ کی نعش کو روند ڈالا۔

روایات میں مذکور ہے کہ حضرت امام حسینؓ کے جسم پر پینتالیس 45 زخم تیروں کے، تینتیس (33) زخم نیزوں کے اور تینتالیس (43) زخم تلواروں کے تھے۔ اور یوں 10 محرم کو اسلامی تاریخ کا ایک دردناک خونیں باب رقم ہوا[4]۔

حضرت امام حسینؓ 10 محرم 61ھ میں شہید ہوئے۔ ان کی عمر اس وقت 58 برس تھی اور آپؓ اپنے بالوں پر خضاب لگاتے تھے[5]۔

ازواج و اولاد

حضرت امام حسینؓ نے متعدد شادیاں کیں۔ آپ کی ازواج میں لیلیٰ، رباب، حرار، سکینہ اور غزالہ کے علاوہ کسریٰ شاہ ایران یزدگرد کی بیٹی شہر بانو بھی تھیں[6]۔

ان سے آپ کے آٹھ بیٹے بیٹیاں ہوئیں۔ جن کے نام یہ ہے۔ (1) علی بن حسین الاکبر (2) علی بن الحسین امام زین العابدین (3) علی بن الحسین الاصغر (4) جعفر بن حسین (5) عبداللہ (6) سکینہ (7) فاطمہ (8) زینب۔

آپ کے تمام صاحبزادے میدانِ کربلا میں شہید ہوگئے سوائے حضرت امام علی زین العابدین کے۔ ان کی شادی حضرت امام حسنؓ کی صاحبزادی فاطمہ سے ہوئی[7]۔

4- الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد 2 ص 175 تا 178۔ تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 329 تا 331
5- المعجم الکبیر جزء 3 صفحہ 98
6- تاج الموالید جزء 1 صفحہ 17
7- اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ 799، دائرۃ المعارف الاسلامیۃ، تاج الموالید جلد 1 صفحہ 17، اعلام الوری باعلام الهدی جلد 1 صفحہ 395

اخلاقِ فاضلہ

عبادات:

حضرت امام حسینؓ عالم و فاضل انسان تھے۔ عبادات سے خاص شغف تھا۔ نمازوں کا اہتمام فرماتے۔ کثرت سے روزے رکھتے۔ آپ نے پچیس حج پیدل چل کر کیے۔ عراق جانے سے پہلے جتنا عرصہ مدینہ میں رہے۔ پیدل حج کے لیے تشریف لے جاتے رہے۔

خودداری:

حضرت عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ امیر معاویہؓ کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے ان دونوں کو اسی وقت دو لاکھ درہم پیش کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ آپ دونوں یہ قبول کریں اور میں ہند زوجہ ابوسفیان کا بیٹا ہوں جس نے اتنی رقم نہ پہلے کسی کو دی اور نہ ہی میرے بعد کوئی کسی کو دے گا۔ حضرت امام حسنؓ تو خاموش رہے لیکن حضرت امام حسینؓ کہنے لگے خدا کی قسم! واقعی ایسی عطا کے لیے آپ کو اس کے بعد ہم سے زیادہ صاحب شرف وفضیلت پھر کوئی نہیں ملے گا۔

انکساری و مہمان نوازی:

ایک دفعہ حضرت حسینؓ کچھ مساکین کے پاس سے گزرے جو مسجد نبویؐ کے قریب صفہ میں کھانا کھا رہے تھے انہوں نے آپ کو بھی کھانے کی دعوت دی۔ آپؓ ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمایا یقیناً اللہ متکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ آپ نے ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ پھر فرمایا کہ مَیں نے تو تمہاری دعوت قبول کرلی اور اب تم بھی میری دعوت قبول کرو۔ آپ ان سب کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی رباب سے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ نکال کر ان کو پیش کر دو۔

حضرت حسنؓ نے حضرت حسینؓ کو ایک خط میں شعراء کو انعام واکرام دینے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا جس پر حضرت حسینؓ نے جواباً خط میں لکھا کہ بہترین مال وہ ہے جو عزت کی حفاظت کرے۔

بڑوں کا احترام:

ابوحسن مدائنی بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوگئی جس پر انہوں نے باہم بات کرنا چھوڑ دی۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔ اس وجہ سے تین دن گزرنے کے بعد حضرت حسنؓ خود ہی اپنے چھوٹے بھائی حضرت حسینؓ کے پاس آئے۔ حضرت حسینؓ بیٹھے ہوئے تھے آپؓ نے ان کے سر کو بوسہ دیا۔ جب حضرت حسنؓ تشریف فرما ہوئے تو حضرت حسینؓ نے کہا کہ صلح میں پہل کرنے میں مجھے اس بات نے روکا کہ آپ شرف وفضیلت میں مجھ سے بڑھ کر ہیں مَیں نے ناپسند کیا کہ میں سبقت کرکے آپ کے مقام اور احترام میں کوئی دخل دوں۔

علمی و روحانی مقام:

حضرت ابن زبیرؓ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے حسین بن علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک قیدی آزاد کرنا کس کے ذمہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان لوگوں کے ذمہ جن کے ساتھ وہ ہوکر لڑے اور جن کی مدد کی ہو۔ پھر پوچھا کہ نَومولود کا خرچہ کب سے واجب ہوتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ پیدائش کے بعد جب وہ روتا ہے اور آواز نکالتا ہے تو اس کا خرچہ اور اس کا رزق ضروری ہوجاتا ہے۔ پھر آپؓ سے کھڑے ہو کر پانی پینے کے بارہ میں سوال کیا گیا تو آپؓ نے دودھ منگوایا اور کھڑے ہوکر پی لیا۔ آپؓ بکری بھون کر لٹکا دیتے تھے اور اس کے ساتھ ہماری مہمان نوازی کرتے تھے۔

حضرت امام حسینؓ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔

ابوعون سے روایت ہے کہ جب حضرت حسینؓ مدینہ سے مکہ جانے لگے تو ابن مطیع کے پاس سے گزرے وہ اپنے لیے کنواں کھود رہا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ ہم نے یہ کنواں کھودا ہے لیکن اب اس سے پانی نکلنا بند ہوگیا ہے۔ آپؓ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے برکت کی دعا کریں۔ آپؓ نے فرمایا کہ اس میں سے پانی لے آؤ۔ وہ ڈول میں پانی لے آیا آپؓ نے اس پانی سے کلّی کی اور کنویں میں ڈال دیا۔ وہ کنواں میٹھا اور وافر پانی دینے لگا۔

مقام و فضائل حضرت امام حسینؓ

آپؓ کو علم وفضل اور فن خطابت میں کمال حاصل تھا۔ آپؓ راتوں کو عبادت سے زندہ کرتے اور کثرت سے صدقہ وخیرات کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حسنؓ و حسینؓ کے بارہ میں فرمایا کہ یہ دونوں میرے لئے دنیا کی عمدہ خوشبو ہیں۔

آنحضور ﷺ دعا کرتے تھے ''اے اللہ میں ان سے محبّت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبّت کر''

آنحضور ﷺ نے فرمایا ''جس نے ان دونوں سے محبّت کی اس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا''

پھر فرمایا ''حسین میرا اور مَیں حسین کا ہوں جو حسین سے محبّت کرے اللہ اس سے محبّت کرے''

پھر فرمایا ''جس نے ان سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی جس نے ان سے صلح کی اس نے مجھ سے صلح کی''

رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے حسن اور حسین تھے۔

حسن اور حسین نَوجوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں۔

مظلوم حسینؓ

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:

"امام حسینؓ کا مظلومانہ واقعہ خدائے تعالیٰ کی نظر مَیں بہت عظمت اور وقعت رکھتا ہے اور یہ واقعہ حضرت مسیح کے واقعہ سے ایسا ہمرنگ ہے کہ عیسائیوں کو بھی اس میں کلام نہیں ہوگی"[8]۔

پھر آپ فرماتے ہیں:

"امام حسینؓ کو دیکھو کہ ان پر کیسی کیسی تکلیفیں آئیں۔ آخری وقت میں جوان کو ابتلاء آیا تھا کتنا خوفناک ہے لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمر ستاون برس کی تھی اور کچھ آدمی ان کے ساتھ تھے۔ جب سولہ یا سترہ آدمی ان کے مارے

8- ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد3 ص135

گئے اور ہر طرح کی گھبراہٹ اور لاچاری کا سامنا ہوا تو پھر ان پر پانی کا پینا بند کر دیا گیا۔ اور ایسا اندھیر مچایا گیا کہ عورتوں اور بچوں پر بھی حملے کئے گئے اور لوگ بول اٹھے کہ اس وقت عربوں کی حمیت اور غیرت ذرا بھی باقی نہیں رہی۔ اب دیکھو کہ عورتوں اور بچوں تک بھی ان کے قتل کئے گئے اور یہ سب کچھ درجہ دینے کے لئے تھا"[9]۔

جماعت احمدیہ کا موقف

رسول اللہؐ کے عاشقِ صادق حضرت بانی جماعت احمدیہ کا ارشاد بھی ملاحظہ کریں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"حضرت امام حسینؓ نے پسند نہ کیا کہ فاسق فاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے۔ نیت نیک تھی۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ"[10]۔

امام حسینؓ کا اسوۂ حسنہ

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت امام حسینؓ کے اسوۂ حسنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہّر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں سے ہے جن کو خداتعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبّت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجبِ سلبِ ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبّتِ الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہوگیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوگیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبّت ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبّتِ الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو ان میں سے ہیں۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبّت کی تا حسینؓ سے بھی محبّت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے۔ اور جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے۔ وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جل شانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے"۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے صاحبزادے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنے والد بزرگوار کا یہ چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ اپنے بچوں کو محرم میں شہادت امام حسینؓ کے واقعات سنائے تو آنکھوں سے آنسو رَواں تھے جو آپ اپنی انگلیوں کے پوروں سے پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپ نے بڑے درد و کرب سے فرمایا کہ "یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریم ﷺ کے نواسے پر کروایا مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔ اس وقت آپ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا ﷺ کے جگر گوشہ کی شہادت کے تصوّر سے آپ کا دل بے چین ہو رہا تھا"۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے خود اپنے منظوم کلام میں فرمایا:

جان و دلم فدائے جمالِ محمد است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمد است

یعنی میری جان اور دل محمد مصطفی ﷺ کے جمال پر فدا ہیں اور میری خاک آل محمدؐ کے کوچے پر قربان ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

9- ملفوظات جلد 5 صفحہ 336
10- ملفوظات جلد 4 صفحہ 579، 580

میدانِ کربلا اور اردو ادب

حضرت امام حسینؓ کی شہادت تاریخ اسلام میں ایک عظیم سانحہ اور المیہ کے طور پر محفوظ ہے۔ اردو ادب میں اسے شعراء و ادباء نے کثرت سے استعمال کیا ہے۔ اس کی چند مثالیں ہدیہ قارئین ہیں۔

وہ تم کو حسین بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو
(کلام محمود)

زمین جب بھی ہوئی کربلا ہمارے لیے
تو آسمان سے اترا خدا ہمارے لیے
(عبید اللہ علیم)

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
(محمد علی جوہرؔ)

کربلا ہے یہ گلی کیا؟ جو نہیں ملتا یاں
ایک قطرہ بھی لبِ خشک کے تر کرنے کو
(مصحفی غلام ہمدانی)

جو کربلا میں شاہِ شہیداں سے پھر گئے
کعبہ سے منحرف ہوئے قرآں سے پھر گئے
(امیر مینائی)

دشت میں خونِ حسین ابن علی بہہ جائے
بیعتِ حاکمِ کفار نہ ہونے پائے
(مصطفی زیدی)

تو نے صداقتوں کا نہ سودا کیا حسینؑ
باطل کے دل میں رہ گئی حسرت خرید کی
(اقبال ساجد)

گلشنِ دہر بھی ہے کوئی سرائے ماتم
شبنم اس باغ میں جب آئے تو گریاں آئے
غمِ شبیر سے ہو سینہ یہاں تک لبریز
کہ رہیں خونِ جگر سے مری آنکھیں رنگیں
(غالب)

فراتِ وقتِ رواں! دیکھ سوئے مقتل دیکھ
جو سر بلند ہے اب بھی وہ سرِ حسینؑ کا ہے
(افتخار عارف)

لکھوں جو میں کوئی مضمونِ ظلم چرخ بریں
تو کربلا کی زمیں ہو مری غزل کی زمیں
(ذوق)

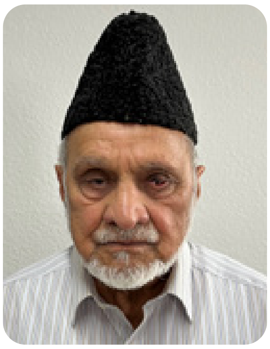

یہ دن برکتوں سے ہیں معمور دن

جلسہ سالانہ کی حسین یادیں

مکرم حمید احمد خالد صاحب کے ساتھ ایک ملاقات

محترم حمید احمد خالد صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ان بزرگ خدام میں سے ہیں جنہیں اعلیٰ تعلیم کے بعد اپنی زندگی دین کی خاطر وقف کرنے اور اسے 36 سال تک نبھانے کی توفیق بھی ملی۔ آپ کا تمام عرصہ خدمت جامعہ احمدیہ ربوہ کی لائبریری میں گزرا۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف جماعتی اور تنظیمی خدمات کا اعزاز بھی آپ کو نصیب رہا، الحمدللہ۔ آپ کا شمار جرمنی کے اُن معدودے چند احباب میں ہوتا ہے جنہیں قادیان اور ربوہ کے بعد برطانیہ اور جرمنی کے جلسہ ہائے سالانہ دیکھنے نصیب ہوئے ہیں اور ربوہ اور قادیان کے جلسے نہ صرف دیکھے بلکہ طویل عرصہ تک ان کے انتظامات کا حصہ بھی رہے ہیں۔

محترم حمید احمد خالد صاحب کی پیدائش 1939ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی حضرت میاں محمد عبداللہ صاحبؓ کے ہاں ہوئی جو آبائی طور پر سوہل کے رہنے والے تھے تاہم بعد میں قادیان ہجرت کر آئے تھے۔ حضرت میاں صاحب موصوف نے اگرچہ بیعت کی سعادت 1892ء میں حاصل کی تاہم آپؓ 1891ء میں ہونے والے پہلے جلسہ سالانہ میں بھی شامل ہوئے تھے اور آپؓ کا اسمِ گرامی آسمانی فیصلہ میں شائع شدہ شاملینِ جلسہ کی فہرست میں موجود ہے۔ موصوف 1946ء میں وفات پاکر بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہوئے۔ محترم خالد صاحب کے نانا جان حضرت میاں بھاگ دین صاحبؓ امرتسری بھی صحابی تھے اور آپ کو درویش قادیان اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کا اعزاز بھی نصیب ہوا۔

محترم خالد صاحب کے والد محترم کی وفات کے جلد بعد ہجرت پاکستان کا واقعہ ہوا تو آپ کی والدہ اپنی بیٹی اور بیٹے (یعنی خالد صاحب) کو لے کر چنیوٹ آ گئیں۔ اس سے قبل موصوف نے قادیان میں استانی برکت صاحبہ سے قرآنِ کریم پڑھ لیا تھا۔ پھر ربوہ بن گیا تو یہاں چلے آئے۔ محترم خالد صاحب نے نہایت جذباتی انداز میں بتایا کہ ربوہ کا قیام حضرت مصلح موعودؓ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس کے پاکیزہ اور شاندار تعلیمی ماحول کی وجہ سے میرے جیسے بہت سے بچے ضائع ہونے سے بچ گئے اور دین و دنیا کے لئے مفید وجود ثابت ہوئے۔

اسی طرح آپ نے اپنے ابتدائی حالات بیان کرتے ہوئے بتایا: ”تعلیم الاسلام سکول سے 1958ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور نتیجہ نکلنے سے پہلے ہی زندگی وقف کر دی کیونکہ میری بہنوں نے بتایا کہ ابا جان نے تو آپ کو وقف کیا ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے فارم پُر کر دیا۔ نتیجہ نکلا تو مسجد خضر سلطانہ میں محبوب عالم خالد صاحب کے ساتھ ملاقات ہوئی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ کالج میں چلے جاؤ، چنانچہ وکالتِ دیوان سے اجازت لے کر

کالج میں داخل ہوگیا۔حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ میری تعلیم کا خرچ دیتے رہے۔ ایم۔اے کرنے کے بعد پھر وکالتِ دیوان میں حاضر ہوگیا۔ جہاں سے حکم ہوا کہ فی الحال جامعہ کی لائبریری میں چلے جاؤ۔ چنانچہ اسی "فی الحال" میں 36 سال گزار دیئے، الحمدللہ۔

اسیں سائے شکر دو پہردے، سانوں کندھاں لیا لکو
سانوں یار نے جتھے آکھیا، اسیں اوتھے رہے کھڑو

اس دوران محترم خالد صاحب دس سال تک مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ میں مختلف شعبوں کے مہتمم رہے، الحمدللہ۔

جلسہ سالانہ قادیان کی یادیں تازہ کرتے ہوئے اور اس کے لئے جو شوق اور تڑپ ہوتی، اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ ہجرت کے بعد پہلی بار 1958ء میں قادیان گیا اور جلسہ سالانہ میں شامل ہوا۔حضرت مرزا بشیر صاحبؓ ناظر خدمتِ درویشاں تھے اور آپ کے ہی زیرِ انتظام قافلہ جایا کرتا تھا۔منظوری کے بعد قافلہ کی فہرست الفضل میں شائع ہو جاتی تھی۔ میرا ارادہ کچھ تاخیر سے بنا تھا اور مذکورہ فہرست شائع ہونے کے بعد میں اپنا نام لکھوانے گیا تو میاں صاحبؓ کہنے لگے تمہیں اب یاد آیا؟ اُس وقت مکرم چودھری اقبال صاحب مرحوم (شعبہ تبلیغ والے) میاں صاحب کو خطوط پڑھ کر سنا رہے تھے، چنانچہ اتفاق ہوا کہ انہی خطوط میں ایک صاحب کا خط بھی آ گیا جنہوں نے قادیان جانے سے معذرت کی تھی۔ اس پر میاں صاحبؓ فرمانے لگے لو تمہارا کام بن گیا۔ اس کی جگہ میرا نام لکھ دیا گیا، اس طرح سے میرے لئے قادیان جانا ممکن ہوگیا، الحمدللہ۔

قادیان پہنچ کر ایک بزرگ سے رہائش کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مَیں تو حضرت اماں جانؓ کے دالان میں سوتا ہوں، آ جاؤ میرے ساتھ یہیں پہ سو جایا کرو۔ چنانچہ اس طرح سے اس مقدس و بابرکت جگہ میں جلسہ کے ایام گزارنے نصیب ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ قادیان کا ہر بندہ عجب فدائی تھا۔ وسائل انتہائی کم ہونے کے باوجود انتظامات بہت اچھے تھے، اگرچہ مہمان بھی تھوڑے تھے اور خدمت کرنے والے کارکنان بھی کم تعداد میں تھے لیکن اس کے باوجود سبھی بے پناہ خلوص و محبّت کے ساتھ محنت کرتے۔ دوبارہ 1980ء میں بھی جانے کا موقع ملا۔ اس کے بعد 1989ء سے 1993ء تک مسلسل قادیان جاتا رہا اور یہ سبھی تاریخی جلسے دیکھنے کی سعادت ملی۔ ان میں سے 1991ء کے تاریخی جلسہ سالانہ کے موقع پر موصوف کو بطور ناظم لنگر پرہیزی حضرت مسیح پاکؑ کے مہمانوں کی خدمت کا موقع ملا۔ ہجرت کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ قادیان میں اس بڑے پیمانے کا جلسہ ہو رہا تھا جس کے وسیع انتظامات کا تجربہ اہلِ قادیان کو نہیں تھا۔ چنانچہ اُس جلسہ پر انتظامی ڈھانچہ اس طرح سے تشکیل دیا گیا تھا کہ ہر نظامت کے دو ناظم تھے۔ ایک قادیان سے اور دوسرے ربوہ کے تجربہ کار ناظم مقرر کئے گئے۔ محترم خالد صاحب نے بتایا کہ اُس وقت قادیان والے ناظم صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ ہماری زندگی میں پہلی مرتبہ ایسا جلسہ آیا ہے کہ خلیفہ وقت ہمارے درمیان رونق افروز ہیں، اس لئے میرا دل چاہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ جلسہ دیکھوں اور سنوں۔ چنانچہ میں نے انہیں پورے طور پر حتی الامکان فارغ رکھا اور وہ بڑی سہولت سے تمام وقت جلسہ سے مستفیض ہوتے رہے اور میں دن رات ڈیوٹی میں مصروف رہا۔

قادیان کے جلسوں کے مناظر کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اُس وقت جلسے ناصر آباد گراؤنڈ میں ہوتے تھے۔ 1991ء کے سَو سالہ جلسہ میں اگرچہ تعداد معمول سے کہیں زیادہ تھی تاہم یہ بھی اسی گراؤنڈ میں ہوا تھا اور یہ گراؤنڈ کچھ تعداد کی وجہ سے اور کچھ پُرجوش جذبات کے باعث اُبل اُبل جاتی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی موجودگی اپنوں اور غیروں سبھی کے لئے ایک غیر معمولی جذباتی کیفیت لئے ہوئے تھی۔ لوگ گلی محلوں میں کھڑے ہو ہو کر حضورؒ کو دیکھتے اور اس پیارے اور مبارک چہرہ اور وجود کو دیکھ کر نہال ہو ہو جاتے۔

جہاں تک جلسہ کے دوران اپنی کیفیات اور جذبات کا تعلق ہے تو قادیان کا ماحول ہی ایسا ہے کہ انسان وہاں جا کر اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ ہر کوئی کوشش کرتا ہے کہ مسجد مبارک اور بیت الدعا میں زیادہ سے زیادہ وقت مل جائے۔ اس زمانہ میں بہت حد تک ایسا ممکن بھی تھا لیکن اب تو سنا ہے کہ وہاں تعداد زیادہ ہو جانے کے باعث بہت سی پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔

اس کے بعد محترم خالد صاحب نے ربوہ میں ہونے والے جلسوں کی یادیں تازہ کرتے ہوئے بتایا کہ مجھے سب سے پہلے 1955ء کے جلسہ سالانہ میں ڈیوٹی دینے کا موقع ملا۔ محترم عبدالرحمٰن بنگالی صاحب (سابق مبلغ امریکہ) ہمارے ناظم تھے اور ہماری ڈیوٹی لنگرخانہ نمبر ایک میں تقسیم سے پہلے روٹیاں گننے کی تھی، ہم سو سو روٹیوں کی ڈھیریاں لگاتے جاتے جس کی وجہ سے تقسیم کرنے والوں کو آسانی ہوتی۔ یہ میری پہلی ڈیوٹی تھی، اُس وقت میں سکول میں پڑھتا تھا۔ پھر کالج کی تعلیم کے دوران ڈیوٹی تو لگتی رہی لیکن تفصیل یاد نہیں، تاہم ایک مرتبہ کا واقعہ ذہن نشین ہے کہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ افسر جلسہ سالانہ تھے اور مجلس انصاراللہ کے مرکزی دفتر میں دفتر جلسہ ہوا کرتا تھا۔ ایک رات آپؒ رہائش گاہوں اور لنگروں کا دورہ کر کے آئے تو ہم معاونین جو دفتر میں بیٹھے ڈیوٹی کر رہے تھے کو اپنی جیب سے چلغوزے اور بڑی خستہ مونگ پھلی نکال کر دی۔

پہلی مرتبہ مجھے 1965ء میں ناظم مقرر کیا گیا پھر 1984ء تک مجھے مختلف شعبوں میں بطور ناظم خدمت کی توفیق ملتی چلی گئی۔ پہلی ڈیوٹی ناظم استقبال لاری اڈہ، نزد مسجد مبارک تھی۔ پھر مہمانانِ خاص (جسے بعد میں ریزرو کا نام دیا گیا) کے لئے کھانا تیار کرنے، کھلانے اور رہائش کی ڈیوٹی رہی۔ اس کے بعد ایک لمبا عرصہ بطور ناظم سپلائی خدمت کی توفیق ملی۔ نظامت سپلائی کا کام سارا سال چلتا ہے۔ اس میں جلسہ کے دوران استعمال ہونے والی تمام اشیاء خوردنی و غیر خوردنی کی خرید اور انہیں اسٹور کرنا اور جلسہ کے موقع پر ہر شعبہ کو اس کی ضرورت کے مطابق پہنچانا بھی شامل ہوتا ہے۔ چنانچہ گندم، چاول، آلو، پیاز، نمک مرچ اور دیگر اجناس و مصالحہ جات سبھی

اشیاء ہم پہلے سے خرید کر لنگر خانوں میں پہنچا دیتے تھے۔ گوشت کے لئے الگ سے ایک شعبہ ہوتا تھا جو جلسہ سے کچھ پہلے جانور خرید کر ایک جگہ حفاظت کے ساتھ رکھنے کا ذمہ دار ہوتا اور جلسہ کے دنوں میں حسبِ ضرورت جانور ذبح کر کے گوشت ہر لنگر کو سپلائی کرتا۔ ایک طویل عرصہ تک خدمت کی توفیق پانے والے ہمارے بزرگ افسر جلسہ سالانہ محترم چوہدری حمیداللہ صاحب مرحوم کہا کرتے کہ افسر جلسہ اور ناظم سپلائی کا معاملہ میاں بیوی جیسا ہوتا ہے۔جس طرح شادی کے بعد میاں بیوی دو ہوتے ہیں اور پھر بچے ہوتے ہیں اور بچے جوان ہو کر اپنے اپنے گھروں والے ہوجاتے ہیں تو میاں بیوی پھر اکیلے رہ جاتے ہیں، اسی طرح جلسہ سے بہت پہلے ناظم سپلائی افسر جلسہ کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے اور جلسہ کے ایام آتے ہیں تو بہت سے ناظمین آجاتے ہیں پھر جلسہ ختم ہوتا ہے تو یہی دو باقی رہ جاتے ہیں۔

نظامت سپلائی کے کام میں بعض بزرگان کا ذکر کرنا چاہوں گا، ایک تو انصاف کمپنی لائلپور والے محترم میاں غلام احمد صاحب مرحوم ہماری بہت مدد کیا کرتے تھے تمام اجناس کی خریداری ان کے ذریعہ ہی ہوتی تھی۔مرحوم بڑی محنت، دیانت اور اخلاص کے ساتھ اجناس منڈی سے خریدتے اور انہیں ربوہ پہنچانے کا انتظام کرواتے۔لنگر خانہ نمبر ایک میں سوئی گیس لگوانے کے لئے انہوں نے بھی بہت مدد کی تھی۔اسی طرح گندم خریدنے میں مکرم ابراہیم چیمہ صاحب (مکرم داؤد چیمہ صاحب حال روئیڈر مارک جرمنی کے والد) کا تعاون اور خدمت ناقابلِ فراموش ہے۔انہوں نے اپنے ملازموں کو ہدایت کی ہوئی تھی کہ ہر بوری میں ایک دو کلو زائد گندم ڈال دیا کریں۔ پھر ان کی طرف سے آنے والی گندم نہایت صاف ستھری ہوتی۔ ایک مرتبہ کسی دوسرے زمیندار سے گندم کا سودا کیا مگر جب پتہ چلا کہ ملازموں نے اس میں ملاوٹ کر دی ہے تو افسر صاحب جلسہ سالانہ نے سودا لینے سے انکار کر دیا۔

جلسہ سالانہ جرمنی 1995ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دائیں طرف محترم حمید احمد خالد صاحب بیٹھے ہیں

اس کے بعد آپ کو ناظم محنت مقرر کیا گیا جس کے تحت جلسہ کے دوران پیشہ وارانہ کاموں کے لئے مزدور مہیّا کرنا ہوتے ہیں، اس کے لئے ہمیں ربوہ کے نواحی علاقوں سے ٹھیکیداروں کے ذریعہ مزدور اکٹھے کرنے پڑتے تھے اور ان سے اُجرت طے کی جاتی اور پھر جلسہ کے دوران ان کے نخرے بھی اُٹھانے پڑتے۔ ان میں نان بائی بھی ہوتے اور پیڑے کرنے والی عورتیں بھی ہوتیں اور دیگر متفرق کاموں کے لئے مزدور بھی ہوتے۔ ایک جلسے پر نان بائیوں نے ہڑتال کر دی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد پر گھروں میں روٹیاں پکا کر لنگروں میں لاکر تقسیم بھی کی گئیں۔ نظامت محنت کے دوران مجھے مکرم مبارک محمود پانی پتی صاحب کا بہت ساتھ رہا، انہوں نے لمبے عرصے تک میرے نائب کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

علاوہ ازیں جلسہ کے موقع پر سامان ڈھونے والے قلیوں اور سواری ٹانگے والوں کا نظامت محنت میں اندراج کیا جاتا اور اس کے مطابق انہیں نمبر جاری ہوتے تھے۔ ان میں احمدی بھی ہوتے اور دوسرے شہروں سے آئے ہوئے مزدور بھی اپنا نام پتہ لکھواتے تھے۔فاصلہ کے اعتبار سے ان کی اُجرت بھی مقرر کی جاتی تھی۔ دفتر کے علاوہ یہ ریٹ لسٹ ٹانگے والوں کے پاس بھی ہوتی تھی۔ جلسہ کا ایسا پاکیزہ ماحول ہوتا کہ اس حوالہ سے بھی کبھی کوئی شکایت نہ آتی۔

اس کے بعد مکرم خالد صاحب کو ناظم پرہیزی مقرر کر دیا گیا اس کے بارے میں آپ نے بتایا کہ یہاں

جلسہ سالانہ جرمنی

مئے شوق کے ساغر و خُم پیے
سَروں پر خلافت کا سایا لئے
جلا کر دلوں میں وفا کے دیے
اطاعت کو سینوں میں روشن کیے
پھر آئے ہیں، آئے ہیں جلسے میں ہم
بصَد جوش و جذبۂ نَو دَم بہ دَم
یہ دن برکتوں سے ہیں معمور دن
یہ ذکرِ خدا سے ہیں پُر نُور دن
خلافت کی شفقت سے مسرور دن
یہ ہیں علم و عرفاں سے بھرپور دن
پھر آئے ہیں، آئے ہیں جلسے میں ہم
بصَد جوش و جذبۂ نَو دَم بہ دَم
مسیحِ زماں کے ہیں مہمان ہم
خدا کا ہے یہ خاص ہم پہ کرم

(مکرم مبارک عابد صاحب)

مریضوں کے لئے کھانا تیار ہوتا تھا۔ اس لنگر میں شام کے کھانے میں چھوٹے گوشت کا سالن ہوتا اور اس کے ساتھ تڑکے والے چاول۔ صبح کے کھانے میں مونگی کی دال پکتی اور ساتھ چاول ہوتے۔ سالن میں مصالحہ جات بھی ہلکے رکھے جاتے۔ یہ چھوٹا سا لنگر جلسہ سالانہ کے دفاتر کے ایک کونے میں تعمیر کیا گیا تھا اور یہاں سے کھانا حاصل کرنے کے لئے صدر حلقہ کی تصدیق پر ایک خاص پرچی جاری ہوتی تھی۔

1984ء میں خالد صاحب ناظم پرالی بنا دیئے گئے لیکن اس سال حکومتی قدغنوں کی وجہ سے جلسہ نہ ہو سکا۔ تاہم جلسہ کی دیگر تیاریوں کی طرح یہ نظامت بھی کام کرتی رہی اور پرالی جو مہمانوں کی رہائش گاہوں میں بچھونے کے طور پر استعمال ہوتی تھی، جمع کرنے کے لئے جملہ اقدامات کئے گئے۔ حافظ آباد کے احمدی زمیندار اس ضمن میں بہت تعاون کیا کرتے تھے، اسی طرح ربوہ کے گردونواح میں مونجھی کاشت کرنے والے کسانوں سے فصل کی باقیات کا سودا کیا جاتا اور اونٹوں، ریڑھوں اور ٹرالیوں کے ذریعہ ربوہ لاکر بڑے میدانوں میں جمع کیا جاتا۔ جلسہ سے متصل پہلے اسے اجتماعی رہائش گاہوں اور محلوں میں پہنچایا جاتا۔ جہاں سے گھروں میں اسے مقامی صدر صاحبان تقسیم کرتے۔

محترم خالد صاحب نے اس میدان کے اپنے محسنوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ میں جب ناظم سپلائی تھا تو چوہدری حمید اللہ صاحب مجھے انگلی پکڑ کر چلاتے رہے، اسی طرح میاں غلام احمد صاحب مرحوم نظامت محنت میں میری رہنمائی فرماتے رہے۔ بس ان بزرگان کی نگرانی اور رہنمائی میں خدمت کرنے کی توفیق ملتی رہی چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نائب افسر جلسہ سالانہ اپنی نظامتوں کا دورہ کرکے مرکزی دفتر میں آئے تو میرے متعلق فرمانے لگے کہ یہ تو جن ہے۔

محترم حمید خالد صاحب سے جب یہ پوچھا گیا کہ مختصر سے انتظامی ڈھانچہ کے ذریعہ اتنے چھوٹے سے شہر ربوہ میں آنے والے لاکھوں مہمانوں کے جملہ انتظامات رہائش وطعام اور آمد و رفت کیسے ممکن ہوتے تو آپ نے برجستہ کہا کہ محترم میر داؤد احمد صاحب مرحوم (افسر جلسہ سالانہ) اور پھر محترم چوہدری حمید اللہ صاحب مرحوم (افسر جلسہ سالانہ) اتنی گہرائی میں جاکر انتظامات کا نقشہ بناتے کہ کسی مشکل کی گنجائش نہ رہتی۔ جلسہ سے پہلے 23 دسمبر تک سب انتظامات مکمل ہو جاتے۔ چنانچہ اسی مضبوط اور ٹھوس منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا کہ لاکھوں مہمانوں کو ایک گھنٹہ میں کھانا کھلا کر فارغ کر دیتے تھے۔ ہر لحاظ سے اتنا اچھا انتظام کہ بیان سے باہر، ناظمین بھی خوب محنت کرتے تھے اور انتہائی منظم رنگ میں خدمت کرتے کہ بہت کم رخنہ پیدا ہوتا۔

برطانیہ کے جلسہ میں سب سے پہلے 1989ء میں شامل ہوا۔ پھر اکثر آتے رہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ جلسہ سننے کا موقع یہیں پہ ملا۔ جلسہ کا انتظام اور ماحول بھی ربوہ جیسا ہی لگا۔ تاہم بعض فرق تو بہرحال ہیں مثلاً یہاں سب سے بڑا شعبہ ٹرانسپورٹ کا لگتا ہے کیونکہ دو تین ہوائی اڈوں اور ریلوے اسٹیشن سے مہمانوں کو لانا اور لیجانا، یقیناً بہت بڑا کام ہے۔

جرمنی میں پہلا جلسہ 1995ء میں دیکھا۔ پھر 1997ء میں آیا اور پاکستان سے 1999ء میں ہجرت کر آیا تو پھر باقاعدگی سے جلسوں میں شامل ہو رہا ہوں، الحمدللہ۔ پاکستان سے انتظامی طور پر بہت فرق ہے لیکن یہاں یوکے سے کوئی زیادہ فرق نہیں۔ پاکستان میں برتن مٹی کے ہوتے تھے یہاں پلاسٹک کے ہوتے ہیں، رہائش عارضی خیموں میں یا سکول کالج کی عمارتوں میں ہوتی، عارضی بیت الخلاء بنائے جاتے، ربوہ میں جلسہ کھلے ماحول میں جبکہ یہاں چھت کے نیچے ہوتا ہے۔ غرضیکہ موسم کے اعتبار سے بھی زیادہ سہولتیں ہیں کیونکہ ربوہ میں موسم سخت سرد ہوتا جبکہ یہاں گرمیوں میں جلسہ ہوتا ہے۔

جرمنی میں جلسہ پر کسی خدمت کا موقع ملنے کے سوال پر آپ نے بتایا کہ دس سال شعبہ وقفِ نو کے سٹال پر ڈیوٹی رہی جہاں سارا دن کام کرنے کا موقع ہوتا۔ ایک سال تو جامعہ برطانیہ کے لئے انٹرویو بھی اسی سٹال پر ہوتے رہے۔

مجلسِ عاملہ اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

(تعلیم الاسلام کالج ربوہ)

جنوری 2023ء تا دسمبر 2025ء

سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازرہِ شفقت مجلسِ عاملہ تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کی منظوری عطا فرمائی ہے:

صدر ایسوسی ایشن: خاکسار چوہدری عبدالغفور ڈوگر
نائب صدر: مکرم حبیب اللہ طارق صاحب
جنرل سیکرٹری: مکرم شیخ منصور احمد صاحب
سیکرٹری مال: مکرم حمیدالدین ناصر صاحب
سیکرٹری ضیافت: مکرم عبدالحنان ڈوگر صاحب
سیکرٹری تقریبات: مکرم سعید ناز صاحب
سیکرٹری تجنید: مکرم عامر افتخار ماعر صاحب
سیکرٹری سپورٹس: مکرم سیّد شکیل احمد صاحب
سیکرٹری اشاعت: مکرم کولمبس خان صاحب
سیکرٹری ایسوسی ایٹ ممبر: مکرم داؤد احمد چیمہ صاحب
سیکرٹری سمعی و بصری: مکرم محمد افضل صاحب

تمام عہدیداران کے لیے یہ تقرریاں مبارک ہوں اور حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ مقبول خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے آمین

(صدر ایسوسی ایشن جرمنی)

اِک سے ہزار ہوویں

اللہ تعالیٰ نے خاکسار کی بیٹی عزیزہ شفق غفار صاحبہ اور داماد عزیزم عبدالنور خواجہ صاحب کو مؤرخہ 5 جون 2022ء کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے جو وقفِ نَو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے، الحمدللہ۔ حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عزیزہ کو 'نقاشہ نور خواجہ' نام عطا فرمایا ہے۔

نومولودہ کے دادا مکرم خواجہ عبداللطیف صاحب اور مکرم ڈاکٹر عبدالغفار صاحب مربی سلسلہ جرمنی پڑنانا ہیں۔

اللہ تعالیٰ بچی کو نیک، صالح بنائے، صحت والی لمبی فعّال زندگی عطا کرے، دین و دنیا کی حسنات سے نوازے اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے، آمین۔

(وسیم غفار۔ سیکرٹری تعلیم جرمنی)

قسط دوم

حضرت ہاجرہ کے متعلق بعض اہم حقائق

بائبل کے بیانات کا تنقیدی جائزہ

(مکرم ڈاکٹر عبدالرحمٰن بھٹہ صاحب)

حصہ دوم

حضرت ابراہیمؑ سے متعلق بیانات کا تجزیہ

بائبل کی پہلی کتاب ’’پیدائش‘‘ میں کی گئی تحریف کے نتیجہ میں انبیاء کی ہونے والی توہین کا تفصیلی ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ جن کاہنوں نے ان انبیاء کو بھی نہیں بخشا جو ان کے آباء و اجداد تھے۔، ان سے ان بزرگوں کے بارے میں کسی خیر کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔، جن سے یہ مخاصمت رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ اور ان کی اولاد سے جس انداز سے انہوں نے اپنی عداوت کا اظہار کیا ہے اس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔

حضرت اسماعیلؑ اور ان کی نسل سے بھی بنی اسرائیل کی مخالفت شروع سے ہی چلی آ رہی ہے۔ بنی اسرائیل کے ان کاہنوں نے کتاب ’پیدائش‘ کو مرتب کرتے وقت حضرت ابراہیمؑ کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہؑ کو ’لونڈی‘ ظاہر کیا ہے۔ اور آگے چل کر ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ’لونڈی کا بیٹا‘ قرار دے کر ان کی حیثیت کو حقیر دکھایا ہے۔ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اسلامی نقطۂ نظر سے حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کے مقام میں اس تخفیف کے مضمرات بہت دُور رَس ہیں۔ اور اس سے دنیا کے دو بڑے مذاہب کے درمیان چپقلش پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کتاب کے ان حصوں کا جن کا تعلق حضرت ابراہیمؑ، ان کی ازواج اور ان کی اولاد سے ہے۔ گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے اور جائزہ لیا جائے کہ وہ حصے کہاں تک حقائق پر مبنی ہیں۔ اور اگر ان میں کوئی ابہام۔ اخفاء یا تضاد پایا جائے تو اس کو اجاگر کیا جائے تا کہ حضرت ہاجرہؑ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ سے متعلق اصل حقائق سامنے آ سکیں۔

2.1 حضرت ابراہیمؑ کے واقعات میں اشکال

حضرت ابراہیمؑ کے واقعات اس کتاب ’پیدائش‘ کے باب 12 سے شروع ہوتے ہیں۔ اس باب کی پہلی پانچ آیات میں بتایا گیا ہے کہ وہ خدا کے حکم پر اپنے باپ کو حاران میں چھوڑ کر کنعان روانہ ہو گئے تھے۔ اس وقت ان کی عمر پچھتر (75) سال تھی۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی سارہ۔ حضرت لوطؑ اور ’’کچھ وہ لوگ تھے۔ جو ان کو حاران میں قیام کے دوران مل گئے تھے‘‘۔ (مفسّرین کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے حضرت ابراہیمؑ کی تبلیغ سے بت پرستی چھوڑ کر توحید اختیار کر لی تھی۔ گویا صحابہ کی ایک جماعت ان کے ساتھ تھی)

2.1.1 زندگی کے 75 سال غائب

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ تو بنی اسرائیل کے جدِّ امجد اور ان کے سب سے بڑے نبی تھے۔ ان کی زندگی کے پچھتر (75) سال ان کاہنوں نے کیوں غائب کر دیئے؟ کیا ان 75 سالوں میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہیں ہوا تھا؟ اس سے پہلے باب 11 کی آیت 31 میں صرف اتنا ذکر ہے کہ وہ اپنے باپ، بیوی اور لوطؑ کے ساتھ کنعان جانے کے لیے اپنے آبائی وطن ’اُور‘ سے روانہ ہوئے لیکن ’حاران‘ پہنچ کر وہیں رہنے لگے۔ اس ایک فقرے کے علاوہ ان کی پچھتر سالہ زندگی کا کوئی واقعہ اس پوری کتاب میں درج نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ اخفاء اس لئے کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی زندگی کے واقعات ان مصنوعی اور مسخ شدہ واقعات سے ٹکراتے تھے۔ جو وہ ان کی آخری زندگی میں دکھانا چاہتے تھے۔ بائبل کی تفسیروں نے بھی اس تضاد کو محسوس کیا ہے جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا۔

عمر کے حوالے سے ایک اور اشکال

اسرائیلی اور اسلامی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے والد بُت پرست اور بت فروش تھے۔ جبکہ یہ خود بت پرستی کے سخت مخالف اور توحید کے بہت بڑے علمبردار تھے۔ اس موضوع پر باپ بیٹے میں اکثر بحث ہوتی رہتی تھی۔ لیکن جب بتوں کو توڑنے کا واقعہ ہوا تو لوگ مشتعل ہو گئے اور شکایت بادشاہ نمرود تک پہنچی۔ نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلانے کا حکم دے دیا۔ آگ تو معجزانہ طور پر ٹھنڈی ہو گئی لیکن نمرود کے انتقام کی آگ تو نہ بجھی تھی۔ چنانچہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے خلاف خفیہ سازشیں کرنے لگا تھا اور ان کی جان ہر وقت خطرے میں رہنے لگی تھی۔

یہ تھے وہ حالات جن میں خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو وطن چھوڑ کر کنعان ہجرت کرنے کا حکم دیا تھا۔ لہٰذا وہ اپنے والد کے ساتھ پہلے حاران گئے اور وہاں کئی سال قیام کیا۔ حاران چونکہ بت پرستی کا بڑا مرکز تھا اور ان کے والد بت پرستی کے دلدادا تھے۔ لہٰذا ان کے والد نے آگے کنعان جانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اپنے والد کو وہاں حاران میں چھوڑ کر خود اپنی بیوی سارہ اور لوطؑ کو لے کر کنعان روانہ ہو گئے۔

(H. Polano: The Talmud. Selections from that ancient book, its commentaries, teachings, poetry and legends. London 1973, p. 43-44)

کیا اس وقت ان کی عمر پچھتر سال ہو سکتی تھی؟

مذکورہ بالا پس منظر میں سوال یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ کے ساتھ 'اپنے آبائی وطن' سے ہجرت کر کے حاران گئے اور پھر باپ کو وہاں چھوڑ کر کنعان روانہ ہوئے تو کیا اس وقت ان کی عمر پچھتر سال ہو سکتی تھی؟ اگر نہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حاران سے کنعان جانے کا سفر دو دفعہ اختیار کیا ہو۔ پہلی دفعہ یہ سفر اُس وقت کیا ہو جب وہ نسبتاً جوان تھے۔ اور جب وہ اپنے باپ کو حاران میں چھوڑ کر اپنی بیوی اور لوطؑ کو ساتھ لے کر کنعان گئے۔ اور دوسری دفعہ یہ سفر اس وقت کیا ہو جب وہ کنعان میں طویل قیام کے بعد واپس باپ سے ملنے حاران آئے ہوں۔ اور پھر خدا تعالیٰ کے حکم پر دوبارہ کنعان کے لئے روانہ ہوئے ہوں۔ اور باب 12 میں جس سفر کا ذکر ہے وہ کنعان کا یہ 'دوسرا سفر' ہو جس کو سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کیا گیا ہو۔ اس دوسرے سفر کے وقت ان کی عمر 75 کے قریب ہو سکتی تھی۔

ایک حقیقت

مذکورہ بالا امکان ایک حقیقت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حاران سے کنعان کا سفر دو دفعہ اختیار کیا تھا۔ پہلی دفعہ جب وہ باپ کو حاران میں چھوڑ کر کنعان گئے تو وہ 50 سال کے قریب تھے۔ پھر کنعان میں مستحکم ہونے کے بعد وہ اپنے والد سے ملنے کنعان سے حاران گئے تھے۔ اور وہاں چند سال قیام کیا تھا۔ اس دوران انہوں نے حاران میں تبلیغ کر کے صحابہ کی ایک جماعت بھی پیدا کر لی تھی۔ اور پھر اس جماعت کے ساتھ وہ دوسری مرتبہ مصر سے ہوتے ہوئے واپس کنعان گئے تھے۔

'پیدائش' میں جو حالات حضرت ابراہیمؑ کے بیان کئے گئے ہیں ان میں کنعان کے پہلے سفر کا تو ذکر ہی نہیں۔ اور دوسرے سفر کا ذکر باب 12 میں سیاق وسباق سے کاٹ کر اور مصر کے قیام کو مسخ کر کے کیا گیا ہے۔ اس میں تاثر یہ دیا گیا ہے کہ جیسے وہ ایک ہی دفعہ حاران سے کنعان گئے ہوں۔ اس تحریف کے ذریعے حضرت ہاجرہؓ سے ان کی شادی کو غائب کیا گیا ہے جو اسی دوسرے سفر کے دوران ہوئی تھی۔ (اس بارے میں شواہد کے ساتھ بات حصہ چہارم میں کی جائے گی)۔

2.1.2 مصر کے سفر میں جعل سازی

کتاب 'پیدائش' کو مرتب کرتے وقت یہود کے کاہنوں نے باب 12 میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مصر میں شادی کا ذکر تو غائب کر دیا لیکن اس شادی کے ثمرات اتنے وسیع اور نمایاں تھے۔ کہ وہ چھپائے نہیں جا سکتے تھے۔ لہٰذا دنیا کو یہ دکھانے کے لئے کہ وہ ثمرات حضرت ابراہیمؑ نے کہاں سے اور کیسے حاصل کئے۔ انہوں نے سفر مصر کے حالات کو مسخ کیا اور ایک جعلی قصّہ بنا کر باب 12 کے متن میں داخل کر دیا۔

اس فرضی قصّے میں ظاہر یہ کیا گیا کہ قحط کی وجہ سے حضرت ابراہیم اپنی بیوی سارہ کو لے کر مصر گئے۔ راستے میں انہوں نے بیوی سے کہا کہ تم بہت خوبصورت ہو۔ مجھے خوف ہے کہ مصری حکام تمہیں حاصل کرنے کیلئے مجھے مار ڈالیں گے۔ لہٰذا مصر میں تم ان سے کہنا کہ تم میری بہن ہو۔ مصر پہنچ کر سارہ نے افسران سے کہہ دیا کہ وہ بہن بھائی ہیں۔ سارہ کے حسن کی بات فرعون تک پہنچی تو اس نے سارہ کو حرم میں داخل کر لیا۔ اور سارہ کے 'بھائی ابراہیم' کو اس نے "احسان کرتے ہوئے بھیڑ بکریاں، گائے بیل، گدھے اونٹ، غلام اور لونڈیاں وغیرہ دیں"۔ ادھر خدا نے فرعون پر بلائیں نازل کیں تو اس کو پتہ چل گیا کہ یہ تو میاں بیوی ہیں۔ چنانچہ اس نے ابراہیمؑ کو بلایا اور جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے پر باز پُرس کی۔ اور پھر ''سارہ کو اس کے حوالے کر کے سب مال کے ساتھ" ملک سے روانہ کر دیا۔

(پیدائش۔ باب بارہ آیات دس سے بیس)

اس قصّے میں دکھایا یہ گیا ہے کہ حسین وجمیل سارہ پہلے فرعون کے محل میں داخل ہوتی ہے۔ اور اس کے بدلے میں فرعون ابراہیمؑ کو تحائف دیتا ہے۔ پھر بعد میں وہ سارہ کو واپس حضرت ابراہیمؑ کے حوالے کر دیتا ہے۔ اس طرح اس قصّے میں تاثر یہ دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ مصر میں جو عورت بادشاہ کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ کو ملی تھی۔ وہ ہاجرہؓ نہیں بلکہ سارہ ہی تھیں۔ اور جو مال متاع بادشاہ نے دیا تھا (مال مویشی، گدھے اونٹ، غلام لونڈیاں وغیرہ) وہ ہاجرہؓ کا جہیز نہیں بلکہ "احسان تھا جو بادشاہ نے سارہ کی خاطر ابراہیمؑ پر کیا تھا"۔ اس طرح ہاجرہؓ کی جگہ سارہ کو دکھا دیا اور ہاجرہؓ کے جہیز کو 'سارہ کی خاطر تحائف' ظاہر کر دیا۔

دیگر مستند اسرائیلی روایات میں تو یہ واضح ذکر ہے کہ مصر کے اس قیام کے دوران ہی ہاجرہؓ حضرت ابراہیمؑ کے گھرانے کا حصہ بنی تھیں۔ لیکن اس سارے قصّے میں ہاجرہؓ کا نام 'لونڈی' کے طور پر بھی مذکور نہیں۔ یہ اخفاء اس لئے کیا گیا کہ وہ جعلساز جانتے تھے۔ کہ ہاجرہؓ کا محض نام ہی سارے قصّے کا بھانڈا پھوڑ دے گا۔ کوئی نہیں مانے گا کہ وہ سب تحائف بادشاہ نے اپنی بیٹی ہاجرہؓ کی خاطر نہیں بلکہ سارہ کی خاطر دیئے تھے۔ لہٰذا ہاجرہؓ کو اس منظر سے غائب کرنا ہی انہوں نے ضروری سمجھا۔

2.1.3 کیا وہ تحائف جہیز کا حصّہ تھے؟

کہا جا سکتا ہے کہ جہیز میں تو سونا چاندی وغیرہ ہوتا ہے اور یہ ان تحائف میں نظر نہیں آتا جو بادشاہ نے حضرت ابراہیمؑ کو دیئے تھے۔ لہٰذا ان تحائف کو ہاجرہؓ کا جہیز کہنا درست نہ ہوگا۔ یہ بات تو درست ہے کہ کوئی شادی خصوصاً ایشیائی شادی۔ بغیر سونے چاندی کے مکمل نہیں ہوتی۔ لیکن یہ کہنا غلط ہے کہ ان تحائف میں جو حضرت ابراہیمؑ کو دیئے گئے تھے۔ سونا چاندی شامل نہ تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ جن کاہنوں نے دلہن کو منظر سے غائب کیا وہ دلہن کے لوازمات کو کیسے ظاہر کر سکتے تھے۔ پس اس جعلی قصّے میں تو سونے چاندی کا ذکر نہیں کیا گیا ورنہ یہ سب کچھ ان تحائف میں شامل تھا جو حضرت ابراہیمؑ کو دیئے گئے تھے۔ چنانچہ اس جعلی قصّے کے ختم ہوتے ہی 'تحائف' (جہیز) کا یہ سونا چاندی اور دیگر مال متاع سب کچھ سامنے آ جاتا ہے۔ چنانچہ دیکھیں اگلی ہی آیت میں لکھا ہے:

"اور ابراہیم مصر سے اپنی بیوی اور اپنے سب مال اور لوط کو ساتھ لے کر کنعان کے جنوب کی طرف چلا۔ اور ابراہیم کے پاس چوپائے اور سونا چاندی بکثرت تھا"۔

(باب 13 آیات 2-1)

یقیناً حضرت ابراہیمؑ مصر سے بہت مالدار لَوٹے تھے۔ اور کیوں نہ ہوتا 'سونا چاندی بکثرت' ان کے پاس! آخر شہزادی بیاہ کر لائے تھے وہ۔ اور بیوی ایک نہیں دو تھیں اس وقت ان کے پاس۔ لیکن ان کاہنوں کے لئے 'چھوٹی سوکن' کو چھپانا ضروری تھا کیونکہ آگے چل کر کہانی میں اس کو ''بڑی سوکن کی لونڈی'' کے طور پر منظر عام پر لانا مقصود تھا۔ حضرت ہاجرہؓ کا شاہی پس منظر اور ان کا شاہانہ جہیز۔ یہ دونوں اعزازات اس قوم کو صدیوں سے کھٹکتے چلے آ رہے تھے۔ بالآخر یہود کے ان کاہنوں نے بعض حقائق کو چھپا کر اور بعض کو مسخ کر کے ہاجرہؓ کو ان دونوں اعزازات سے محروم دکھا دیا۔ اور اس طرح اپنی قوم کی جھوٹی اَنا کو ایک جھوٹی تسلّی دلا دی۔

بہرحال حضرت ہاجرہؓ اور ان کی حیثیت کے بارے میں تفصیلی گفتگو تو بعد میں کی جائے گی۔ یہاں ہم باب 12 میں درج اس مصری سفر کے قصّے کا تجزیہ اور بطلان کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے اور اس کے حوالے سے اور بہت سے عجیب و غریب قصّے گھڑے گئے ہیں۔

2.2 مصر کے سفر کا تجزیہ

کتاب 'پیدائش' کے باب 12 میں حضرت ابراہیمؑ کے مصر کے سفر کا جو قصّہ درج ہے اس میں عقلی اور نقلی لحاظ سے ایسے سقم ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ یہ قصّہ جعلی ہے۔ بائبل کے مفسّرین نے بھی اس کو ناقابلِ قبول قرار دیا ہے۔ آئیں اس کا تجزیہ کر کے دیکھتے ہیں۔

2.2.1 کیا قحط سے دوسرے لوگ متاثر نہ ہوئے تھے؟

اس قصّے میں کہا گیا ہے کہ قحط کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی کو لے کر مصر گئے۔ اس سارے قصّے میں ان دونوں کے سوا کسی اور شخص کا ذکر نہیں ہے۔ لوطؑ کا بھی نہیں۔ اور ان 'صحابہ' کا بھی نہیں جن کا ذکر باب بارہ کے شروع میں ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حاران سے کنعان آئے تھے۔ (اور ان کی تعداد مستند روایات کے مطابق ستّر کے قریب تھی۔ حوالہ حصہ چہارم میں دیا جائے گا)۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب لوگ قحط سے متاثر نہ ہوئے تھے؟ اگر یہ سب لوگ بھی قحط سے متاثر ہوئے تھے۔ اور ساتھ ہی مصر گئے تھے۔ تو ان ستّر صحابہ کی موجودگی میں حضرت ابراہیمؑ کیسے ایسا کھلا جھوٹ بول سکتے تھے۔ کہ سارہ ان کی بیوی نہیں بلکہ بہن ہے؟۔ اور پھر ان احباب کی موجودگی میں کیسے اپنی بیوی کو خاموشی سے مصریوں کے سپرد کر سکتے تھے؟

جھوٹ تو حضرت ابراہیمؑ نے (بقول بائبل) اس لئے بولا تھا کہ ان کو اپنی جان کے لئے ایک ممکنہ خطرہ محسوس ہوا تھا۔ لیکن جب اس جھوٹ کی وجہ سے بیوی کی عزّت یقینی طور پر خطرے میں پڑ گئی تھی۔ تو پھر خاموشی کیسی؟ کیوں نہ بولا سچ؟ مصری افسران تو سارہ کو ابراہیمؑ کی بہن سمجھتے تھے۔ لیکن وہ خود تو جانتے تھے۔ کہ سارہ ان کی بہن نہیں بیوی ہے۔ تو پھر کیوں نہ کسی نے احتجاج کیا اور سچ بول کر سارہ کو چھڑانے کی کوشش کی؟ ابراہیمؑ تو اُلٹا سارہ کے پکڑے جانے پر راضی ہی نہیں خوش نظر آتے ہیں کہ فوراً سارے تحائف قبول کر لئے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ قصّہ بالکل لغو اور بیہودہ افسانہ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ ان کاہنوں کو تو جھوٹ بھی ڈھنگ سے بولنا نہیں آیا۔

2.2.2 جو آگ میں بے خطر کود گیا، وہ فرضی خطرے سے کیسے ڈر گیا

اسرائیلی اور اسلامی روایات شاہد ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے ساری عمر خطرات کا مقابلہ کیا۔ اور حق کی خاطر آگ میں کودنا قبول کر لیا۔ لیکن اس قصّے میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ایک ممکنہ خطرے سے ڈر کر بدترین قسم کا جھوٹ بولنے پر تیار ہو گئے۔ اور اپنی بیوی کی عزت کو بھی داؤ پر لگا دیا۔ پس ان پر ایسے گھناؤنے الزام کو عقلِ سلیم بالکل تسلیم نہیں کرتی۔

2.2.3 بیوی کا روحانی قتل اور اپنی روحانی خودکشی

حضرت ابراہیمؑ ساری عمر لوگوں کو گمراہی سے نکالتے رہے لیکن اس قصّے میں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے جھوٹ بول کر خود اپنی ہی بیوی کو گمراہی کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ اور اس طرح اپنی بیوی کا 'روحانی قتل' کیا۔ انہوں نے تو اپنی 'بہن' کے عوض تحائف بھی قبول کر لئے تھے۔ اور اگر خدا تعالیٰ مداخلت نہ کرتا تو وہ تو اپنی بیوی کو ہمیشہ کے لئے کھو چکے تھے۔ ممکن ہے اس طرح جھوٹ بول کر اور اپنی بیوی کو کھو کر۔ وہ جسمانی طور پر قدرے محفوظ ہو گئے ہوں لیکن کیا روحانی طور پر انہوں نے خودکشی نہیں کر لی تھی؟ پس ظاہر ہے کہ وہ ایسے سنگین جرائم کا ارتکاب ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔ اور یہ قصّہ محض جھوٹ کا پلندہ ہے۔

2.2.4 کیا ابراہیمؑ اپنی بانجھ بیوی سے جان چھڑانا چاہتے تھے؟

اس قصّے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بوڑھی اور بانجھ بیوی سے جان چھڑانے کے لئے ایک سکیم سوچی تھی۔ اپنی جان کو خطرے کا بہانا بنا کر بیوی سے کہا کہ وہ یہ کہہ دے کہ ہم بہن بھائی ہیں۔ وہ دھوکے میں آ گئی اور اس نے کہہ دیا۔ اور اس طرح سارہ 'ابراہیمؑ کی بہن' کے طور پر پکڑی گئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے کوئی احتجاج کیا نہ ہی مزاحمت۔ بلکہ 'بہن' کے عوض جلدی سے تحائف قبول کر لئے۔ سکیم تو ابراہیمؑ کی کامیاب ہو ہی گئی تھی۔ وہ تو خدا نے ناکام بنا دی۔ خدا تعالیٰ نے فرعون کو سزا دی تو اس کو علم ہو گیا کہ یہ تو بہن بھائی ہیں۔ تب فرعون نے ابراہیمؑ کو بلا کر باز پُرس کی کہ اس نے جھوٹ کیوں بولا۔ اور پھر اس نے وہی بوڑھی اور بانجھ بیوی واپس دے کر ملک سے نکال دیا۔ اب کوئی ایسے فضول اور غیر معقول قصّے کو کیسے مان سکتا ہے۔

2.2.5 کیا خدا بھی دھوکا کھا گیا تھا؟

اس قصّے میں کہا گیا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی کو اپنی بہن کہہ کر فرعون کے سپرد کر دیا تو خدا

نے 'فرعون اور اس کے خاندان پر بلائیں نازل کیں'۔ لیکن کیوں؟ قصور تو سب ابراہیمؑ اور سارہ کا تھا جنہوں نے جھوٹ بولا اور اپنے آپ کو 'بہن بھائی' ظاہر کیا۔ فرعون نے تو ابراہیمؑ کی 'بہن' سے شادی کی تھی۔ نہ کہ ان کی بیوی سے۔ اصل مجرم تو حضرت ابراہیمؑ تھے۔ جنہوں نے فرعون کو دھوکا دیا۔ لیکن سزا خدا نے فرعون کو دی۔ اب کیا خدا بھی دھوکا کھا گیا تھا؟۔ پس ظاہر ہے کہ یہ سارا قصّہ ہی غلط اور غیرمعقول ہے۔

2.2.6 فرعون کے 'برادرِنسبتی' کے پاس بیوی تھی، نہ بچہ

جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی کو اپنی بہن کہہ کر فرعون کے سپرد کر دیا تھا تو فرعون دیکھ سکتا تھا کہ اس کا 'برادرِنسبتی' عمر رسیدہ ہے اور اس کے پاس بیوی ہے نہ بچہ۔ لہٰذا اس کو بیوی کی اشد ضرورت ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ فرعون نے حضرت ابراہیمؑ کو تحائف میں مختلف قسم کے چوپائے، غلام، لونڈیاں اور سونا چاندی وغیرہ تو دیا ہو لیکن بیوی نہ دی ہو جس کی ان کو سخت ضرورت تھی۔ پس جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے فرعون نے ان کو بیوی بھی دی تھی۔ اور اسی 'دوسری بیوی' کو چھپانے کے لئے ہی تو 'پہلی بیوی' کی اولاد نے یہ سارا گرد و غبار اس قصّے کی شکل میں اڑایا ہے۔

2.3 ان قصّوں کے بارہ میں مفسّرین کی رائے

ہم دیکھتے ہیں کہ اس کتاب پیدائش میں شروع سے لے کر آخر تک انبیاء کے واقعات درج ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے بعد جن انبیاء کا ذکر ہے ان سب کا تعلق حضرت ابراہیمؑ ہی کے خاندان سے تھا۔ اور ان انبیاء کے واقعات زیادہ تر ان کے باہمی تعلقات۔ گھریلو معاملات اور خاندانی حالات پر مشتمل ہیں۔ ان میں باہمی رقابتیں بھی شامل ہیں اور آپس کی رنجشیں بھی۔ اور یہ سب واقعات سینکڑوں سال تک مختلف روایات کی شکل میں یہودی عوام میں سینہ بہ سینہ پھیلتے رہے ہیں۔ ان روایات پر حاشیے بھی چڑھائے گئے اور ان میں مبالغ بھی ہوئے۔ ان روایات کی صحت کو مشکوک قرار دیتے ہوئے 'پیکس کمنٹری' لکھتی ہے:

"Now sagas of Genesis are certainly not history.... with the exception of Gen.14,...... the stories in Gen.12 - 50 cannot be so described. They are concerned wholly with the domestic incidents, conversations and the intimate affairs which can hardly have been accurately reported and transmitted for hundred of years".

(A. S. Peake, M. Black: Genesis. Saga of the Patriarchs. In: Peake's Commentary on the Bible. London 2004, 152f, p. 186)

ترجمہ۔ کتاب پیدائش میں درج حکایات یقیناً تاریخ نہیں ہیں سوائے باب 14 کے جو ایک استثناء ہے۔ ابواب 12 سے 50 تک کی حکایات کو ایسا نہیں کہا جاسکتا۔ ان کا تمام تر تعلق گھریلو معاملات۔ بات چیت اور قریبی تعلقات سے ہے۔ اور یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ سب حالات سینکڑوں سال تک مکمل صحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہوں گے اور آگے منتقل کئے گئے ہوں گے۔

2.3.1 ابراہیمؑ اور اسحاقؑ سے متعلق قصّے ناقابل قبول

ہم اس وقت ان دو قصوں کی اصلیت کو دیکھ رہے ہیں جن میں حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی حضرت سارہ کو بہن کہہ کر اپنی زوجیت سے باہر نکال دیا تھا۔ پہلی دفعہ انہوں نے مصر کے سفر کے دوران اپنی بیوی کو فرعون کے حوالے کیا تھا اور دوسری دفعہ جرار کے سفر کے دوران انہوں نے بیوی کو بہن کہہ کر بادشاہ ابی ملک کے حوالے کیا تھا۔ ایسا ہی ایک تیسرا واقعہ حضرت اسحاقؑ کے بارے میں بھی روایات میں شامل ہے کہ انہوں نے بھی جرار کے سفر کے دوران اپنی بیوی کو بہن ظاہر کیا تھا اور بادشاہ نے ان سے باز پُرس کی تھی۔

(پیدائش۔ ابواب 12,20,26)

اب ہم ان قصوں کے بارے میں مفسّرین کی رائے دیکھتے ہیں۔

جیوئش انسائیکلوپیڈیا ان کے بارے میں لکھتی ہے:

"The story of Sarah's life........... presents curious repetitions, e.g., the incident with Pharaoh and a similar incident with Abimelech (Gen.12 and 20)....... Moreover, a similar incident is reported in regard to Isaac and Rebeka (Gen.26). This recurrence indicates that none of the accounts is to be accepted as historical; all the three are the variations of a theme common to the popular oral histories of the Patriarchs."

(E. G. Hirsch, W. Bacher, J. Z. Lauterbach, J. Jacobs, M.W. Montgomery: Sarah (Sarai) - Repetition of Narratives. In: The Jewish Encyclopedia, http://jewishencyclopedia.com/articles/13194-sarah-sarai)

ترجمہ: سارہ کی زندگی کی کہانی میں بعض واقعات عجب طور پر دُہرائے گئے ہیں۔ جیسے فرعون کے ساتھ واقعہ ہوا تھا۔ اور پھر ویسا ہی واقعہ ابی ملک کے ساتھ ہوا (باب 12,20)۔ مزید برآں ویسا ہی ایک واقعہ اسحاقؑ اور ربیکا کے بارے میں بھی درج ہے (باب 26)۔ ایسے واقعات کا بار بار وقوع پذیر ہونا ظاہر کرتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی روایت تاریخی طور پر قابلِ قبول نہیں۔ اور یہ کہ یہ تینوں واقعات بزرگوں کی زندگی کے متعلق عوام میں پھیلی زبانی روایات کی مختلف شکلیں ہیں۔

2.3.2 تضاد۔ ابہام اور 'بیہودہ انوکھاپن'

جن روایات کے نتیجے میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہؑ کے حالات زندگی میں تضاد اور ابہام پیدا ہوتا ہے۔ ان پر تنقید کرتے ہوئے "نیو ایڈوینٹ کیتھولک انسائیکلوپیڈیا'' لکھتی ہے:

When we try to discover the age of the formation of the Patriarchal legends, we are confronted with a question of great complexity. For it is not merely a matter of the formation of the simple legends separately but also of the amalgamation of these into more complex legends........... Those who hold these views maintain that it is the fusion of these three collections of legends which has led to the confusion in some incidents in the life of Abraham,

as for instance in the case of Sarai in Egypt, where her age seems inconsistent with her adventure with the Pharaoh. Hermann Gunkel writes (148): “It is not strange that the chronology of P displays everywhere the most absurd oddities when injected into the old legends as a result, Sarah is still at sixty five a beautiful woman whom the Egyptians seek to capture, and Ishmael is carried on his mother’s shoulders after he is a youth of sixteen”.

(J. Howlett: Abraham: Viewpoint of legend. In:The Catholic Encyclopedia, http://www.newadvent.org/cathen/01051a.htm)

ترجمہ: ”جب ہم اس دور کو متعیّن کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں آباؤ اَجداد کے متعلق روایات بنائی گئیں تو ہمیں بہت سے پیچیدہ سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔صرف سادہ روایات کا الگ الگ بنایا جانا ہی مسئلہ نہیں بلکہ ان کو مدغم کرکے زیادہ پیچیدہ روایات کا بنایا جانا بھی مسئلہ ہے۔

جن کا یہ نظریہ ہے وہ کہتے ہیں کہ روایات کے تین قسم کے مجموعوں کو مدغم کرنے کے نتیجہ میں ابراہیمؑ کی زندگی کے بعض واقعات میں ابہام پیدا ہوئے ہیں۔مثال کے طور پر جیسے مصر میں سارہ کے معاملے میں ہوا جہاں اس کی عمر اس مہم جوئی سے مطابقت نہیں رکھتی جو فرعون کے ساتھ ہوئی۔

”ھرمن گونکل اس بارے میں لکھتے ہیں کہ ”یہ تعجب کی بات نہیں کہ ’پی‘ کی روایتی ترتیب میں جہاں بھی پرانی روایات میں مداخلت کی گئی تو وہاں ہر جگہ بہت ”بے ہودہ انوکھے پن“ کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔نتیجہ یہ ہوا کہ ’سارہ 65 سال کی عمر میں بھی اتنی خوبصورت ہے کہ مصری اس کو پکڑنے کے لئے کوشاں ہیں۔اور اسماعیل کو ماں نے کندھے پر اٹھایا ہوا ہے جبکہ وہ 16 سال کا جوان ہے‘۔“

(باقی آئندہ، ان شاء اللہ)

احمدیہ مساجد و سنٹرز میں عیدالاضحیٰ کے اجتماعات

عیدالاضحیٰ کے موقع پر مسلمان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرکے اس کا تقرب اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کی یاد میں ہر سال دنیا کے مختلف ممالک میں کروڑوں کی تعداد میں جانور اس سوچ کے ساتھ ذبح کیے جاتے ہیں کہ ہم بھی حضرت ابراہیمؑ کی طرح اپنے نفوس، اپنی خواہشات اور اپنی اولاد کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔

ہر سال کی طرح امسال بھی جماعتِ احمدیہ جرمنی نے مؤرخہ 10 جولائی 2022ء کو عیدالاضحیٰ پوری مذہبی عقیدت و احترام کے ساتھ منائی۔ دورانِ سال کورونا کی صورتحال پر کافی حد تک قابو پالیا گیا اور اس سے متعلقہ کئی پابندیوں میں نرمی کی گئی۔مساجد میں فاصلے سے نماز کی ادائیگی کی شرط کو بھی ختم کر دیا گیا۔اس طرح مساجد کی خوبصورتی ایک لمبے عرصہ بعد دوبارہ بحال ہوئی، الحمدللہ۔

عید کی نماز مساجد اور نماز سینٹرز میں ادا کی گئی جس میں احباب جماعت کی کثیر تعداد نے پورے مذہبی جوش و خروش کے ساتھ شرکت کی۔نماز کے بعد ابراہیمی قربانی اور اس کی غرض پر عید کا خطبہ دیا گیا۔خطبہ کے بعد اکثر مساجد میں شیرینی کا انتظام بھی کیا گیا۔ ہیومینیٹی فرسٹ اور النصرت کے انتظامات کے تحت کی جانے والی قربانیوں کی سہولت سے بھی احبابِ جماعت نے پورا فائدہ اٹھایا اور قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔نماز کی ادائیگی اور خطبہ عید کے بعد احبابِ جماعت نے اپنے اعزہ و اقربا کے ساتھ عید منائی اور گھروں میں لذیذ کھانوں کا انتظام کیا گیا۔
احبابِ جماعت نے سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ عیدالاضحیٰ کو پورے اہتمام کے ساتھ سنا۔ یہ خطبہ MTA پر براہِ راست نشر کیا گیا اور مساجد میں بھی سننے کا انتظام کیا گیا۔

(رپورٹ: فیروز ادیب اکمل)

ہمبرگ — تصویر بشکریہ شعبہ سمعی بصری جرمنی

ناصر باغ گروس گیراو

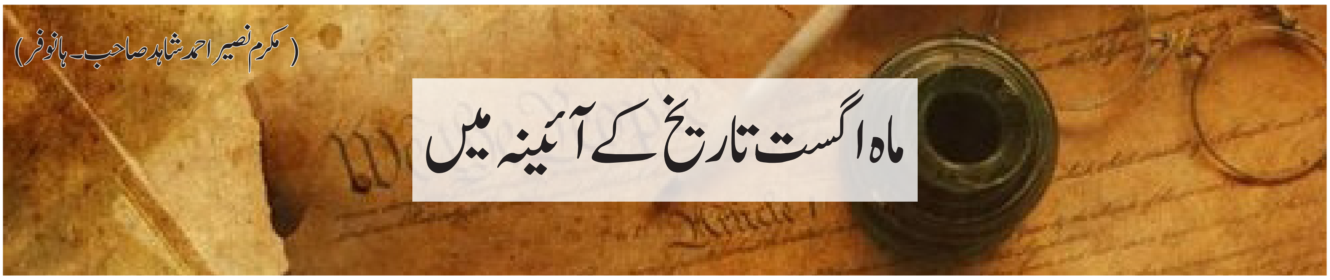

ماہ اگست تاریخ کے آئینہ میں

(مکرم نصیر احمد شاہد صاحب۔ ہانوفر)

یکم اگست:

1914ء: جرمنی نے روس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔

1936ء: برلن اولمپکس کا آغاز ہوا۔

2 اگست:

1934ء: صدر اور چانسلر کے عہدے اکٹھے کرنے کے بعد ہٹلر جرمنی کا مطلق العنان سر براہ بن گیا۔

1990ء: عراق نے کویت پر حملہ کر دیا۔

3 اگست:

1914ء: جرمنی اور فرانس میں جنگ چھڑ گئی۔

4 اگست:

1941ء: جرمن افواج Kiew سے پچاس میل دور تک پہنچ گئیں۔

5 اگست:

1915ء: جرمن فوج نے وارسا پر قبضہ کر لیا۔

6 اگست:

1945ء: ہیروشیما پر ایٹم بم گرایا گیا۔

1962ء: جمیکا نے برطانیہ سے آزادی حاصل کر لی۔

7 اگست:

1965ء: امریکہ میں سیاہ فام باشندوں کو ووٹ کا حق دے دیا گیا۔

9 اگست:

1945ء: ناگاساکی پر ایٹم بم گرا دیا گیا۔ 70 ہزار افراد فوری طور پر ہلاک ہو گئے۔

10 اگست:

1793ء: پیرس میں شاہی محل لوور Louvre کو میوزیم میں تبدیل کر دیا گیا۔

11 اگست:

1965ء: لاس اینجلس کے علاقہ Watts میں نسلی فسادات۔

12 اگست:

1964ء: جنوبی افریقہ پر اولمپک کھیلوں میں شامل ہونے پر پابندی لگا دی گئی۔

13 اگست:

1961ء: مشرقی اور مغربی جرمنی کی سرحدیں بند کر دی گئیں۔

14 اگست:

1947ء: پاکستان کا یوم آزادی۔

15 اگست:

1914ء: پانامہ کینال کھول دی گئی۔

1947ء: بھارت کا یوم آزادی۔

16 اگست:

2002ء: Dresden جرمنی میں سیلاب کی تباہ کاریاں۔

17 اگست:

1945ء: انڈونیشیا نے نیدرلینڈ سے آزادی حاصل کر لی۔

18 اگست:

1937ء: ٹویوٹا Toyota موٹر کمپنی کا آغاز ہوا۔

2018ء: اقوامِ متحدہ کے ساتویں سیکرٹری جنرل کوفی عنان انتقال کر گئے۔

19 اگست:

1953ء: ایران میں امریکہ کی مدد سے ایک فوجی بغاوت۔ وزیر اعظم مصدق کا تختہ الٹ دیا گیا۔

20 اگست:

1988ء: ایران اور عراق کے مابین آٹھ برس سے جاری جنگ کا اختتام۔

21 اگست:

1959ء: ہوائی Hawaii امریکہ کی پچاسویں سٹیٹ بن گئی۔

22 اگست:

1941ء: جرمن افواج نے لینن گراڈ Leningrad پر حملہ کر دیا۔

23 اگست:

1990ء: مشرقی جرمنی کی آسمبلی نے مغربی جرمنی سے الحاق کی منظوری دے دی۔ 20 ستمبر کو DDR مشرقی جرمنی اور مغربی جرمنی متحدہ جرمنی بن گئے۔

24 اگست:

1929ء: فلسطینی لیڈر یاسر عرفات کا یوم پیدائش۔

25 اگست:

2012ء: چاند پر پہلا قدم رکھنے والے نیل آرم سٹرانگ انتقال کر گئے۔

26 اگست:

1910ء: مدر ٹریسا کا یوم پیدائش۔

27 اگست:

1955ء: گینس بک آف ورلڈ ریکارڈز کی پہلی اشاعت۔

28 اگست:

1996ء: شہزادہ چارلس اور شہزادی ڈیانا کی طلاق ہو گئی۔

29 اگست:

1949ء: روس نے اپنا پہلا ایٹمی دھماکہ کر دیا۔

30 اگست:

1959ء: برطانیہ میں پہلی منی Mini کار فروخت کے لئے پیش کر دی گئی جس کی قیمت 497/- Pounds رکھی گئی۔

رپورٹ: مکرم منور علی شاہد صاحب۔منتظم رپورٹنگ

مجلس انصاراللہ جرمنی کا
41 واں سہ روزہ سالانہ اجتماع

مجلس انصاراللہ جرمنی کا اکتالیسواں سالانہ اجتماع 15 تا 17 جولائی Mannheim مئی مارکیٹ میں جاری رہنے کے بعد اتوار کی شام بخیر وخوبی اختتام پذیر ہو گیا، الحمدللہ۔ اس سال اجتماع کا موضوع سچائی اور ایمانداری تھا۔ دورانِ اجتماع علمی وورزشی مقابلوں کے علاوہ معائنہ اجتماع، پرچم کشائی کی تقریب، تلقین عمل، علمی وتربیتی پروگرام، مجلس سوال وجواب، راہنمائی اسائلم سیکرز، ڈاکٹر صاحبان کے ساتھ صحت سے متعلق پروگرام منعقد ہوئے۔ انصار کی بڑی تعداد ان پروگراموں سے بھرپور مستفید ہوئی۔ علاوہ ازیں خدام و اطفال نے بھی اس میں شرکت کی۔ یاد رہے کہ انہی ایام میں لجنہ اماءاللہ کا سالانہ اجتماع بھی اسی مقام پر منعقد ہوا۔ اجتماع کے جملہ انتظامات صدر مجلس انصاراللہ کی نگرانی میں مکرم ظفر احمد ناگی صاحب نے بطور ناظمِ اعلیٰ ایک وسیع تر اجتماع کمیٹی کے ساتھ مل کر انجام دیئے۔ حسب روایت انتظاماتِ اجتماع وقارِعمل کے ذریعے مکمل ہوئے۔

صدر صاحب انصاراللہ کی درخواست پر حضور انور کی اجازت سے بطور مرکزی نمائندہ مکرم مولانا راجہ برہان احمد صاحب مربی سلسلہ واستاد جامعہ احمدیہ یوکے اور مکرم عبدالخالق صاحب بنگالی اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری برائے انصار سیکشن نے سالانہ اجتماع میں شرکت کی اور زریں نصائح سے حاضرین کو نوازا، فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

14 جولائی کی شام ساڑھے سات بجے معائنہ سالانہ اجتماع کی تقریب صدر صاحب مجلس انصاراللہ جرمنی کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اس موقع پر تلاوت ونظم کے بعد مرکزی مہمان مکرم راجہ برہان احمد صاحب مربی سلسلہ نے نصائح کیں۔

کارروائی اجتماع

سالانہ اجتماع کے تینوں دنوں کا آغاز نماز تہجد، فجر اور درس حدیث اور تلاوت قرآن پاک سے ہوتا رہا، اس کے بعد سیر اور ناشتہ کے بعد روزانہ کے پروگرام بروقت شروع اور اختتام پذیر ہوتے رہے۔

پہلا دن

جمعہ کے روز دوپہر ڈیڑھ بجے حاضرین اجتماع نے مکرم صداقت احمد صاحب مبلغ انچارج جرمنی کی امامت میں نماز جمعہ ادا کی، آپ کے خطبہ جمعہ کا عنوان نظام وصیت اور اس میں شمولیت کی اہمیت تھا۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ سنا اور دیکھا گیا۔ 45 منٹ کے وقفہ کے بعد پرچم کشائی کی پُروقار تقریب منعقد ہوئی، محترم صدر صاحب انصاراللہ جرمنی نے لوائے انصاراللہ جبکہ محترم امیر صاحب نے جرمنی کا قومی جھنڈا لہرایا۔ چار بجے اجتماع کی افتتاحی تقریب مکرم صدر صاحب مجلس انصاراللہ مکرم مبارک احمد شاہد صاحب کی زیرِصدارت منعقد ہوئی۔ افتتاحی تقریب میں تلاوت قرآنِ پاک کرنے کی سعادت مکرم حافظ ذاکر مسلم صاحب کو ملی، جبکہ اردو ترجمہ مکرم فلاح الدین خان صاحب اور جرمن زبان میں ترجمہ آصف شہزاد ورک صاحب نے پیش کیا۔ بعد ازاں مکرم مبارک احمد شاہد صدر صاحب مجلس

علم انعامی حاصل کرنے والی مجلس انصاراللہ فریدبرگ

اجتماع گاہ کے پنڈال کا منظر

انصاراللہ جرمنی نے انصاراللہ کا عہد اردو اور جرمن زبانوں میں دہرایا۔ صدر صاحب مجلس نے اپنے افتتاحی خطاب میں پیارے آقا کی طرف سے اجتماع کے حوالے سے بھجوایا گیا پیغام بھی پڑھ کر سنایا جس کا جرمن ترجمہ مکرم نیشنل امیر صاحب جرمنی نے پڑھا۔ اس موقع پر صدور مجالس انصاراللہ ڈنمارک اور سوئٹزرلینڈ نے صدر مجلس انصاراللہ جرمنی کے ساتھ تحائف کا تبادلہ کیا۔ افتتاحی تقریب کے اختتام پر علمی و ورزشی مقابلے شروع ہو گئے جو نماز مغرب، عشاء اور کھانے کے وقفہ تک جاری رہے۔

دوسرا دن

بروز ہفتہ، اجتماع کے دوسرے دن پروگرام کے مطابق دوپہر 12 بجے تک علمی و ورزشی مقابلے اپنے اپنے مخصوص مقامات پر ہوتے رہے۔ پروگرام تلقینِ عمل کی صدارت مکرم حافظ برہان احمد صاحب مربی سلسلہ و مرکزی نمائندہ نے کی۔ مکرم صداقت احمد صاحب مشنری انچارج کی تقریر کے بعد مکرم نسیم الرشید صاحب نے نظم پڑھی اور مکرم عبدالخالق صاحب اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری برائے انصار سیکشن نے خلیفہ وقت کی قبولیت دعا کے ایمان افروز واقعات سنائے۔ تین بجے کھانے اور نماز ظہر و عصر کے وقفہ کے بعد تعلیم و تربیت کے حوالے سے دوسرے پروگرام کی صدارت مکرم صداقت احمد صاحب مبلغ انچارج جرمنی نے کی۔ مکرم مسعود احمد گل صاحب نے قرآنِ پاک کی تلاوت کی، جس کا اردو ترجمہ مکرم اشفاق احمد سندھو صاحب جبکہ جرمن زبان میں ترجمہ مکرم ظہیر احمد خان صاحب نے پڑھا۔ بعد میں مکرم داؤد احمد ناصر صاحب نے نظم پڑھی۔ اس کے بعد مکرم نیشنل امیر صاحب جرمنی نے شاملین اجتماع سے خطاب کیا۔ ترجمانی کے فرائض مکرم راشد محمود صاحب نے ادا کئے۔ سوال و جواب کی نشست میں تین بزرگ مربیان سلسلہ مکرم عبدالباسط طارق صاحب، مکرم مبارک احمد تنویر صاحب اور مکرم سیّد طاہر حسن بخاری صاحب شامل تھے۔ اس کے بعد علمی و ورزشی اور بیت بازی کے مقابلے نماز مغرب و عشاء تک جاری رہے۔

تیسرا دن

اجتماع کے تیسرے اور آخری دن کے پہلے حصے میں علمی اور ورزشی مقابلوں کے سیمی اور فائنل مقابلے ہوئے۔ اختتامی تقریب زیرِ صدارت نیشنل امیر صاحب جرمنی شروع ہوئی۔ حسبِ روایت تقریب کا آغاز قرآنِ پاک کی تلاوت سے ہوا جو مکرم حافظ طارق چیمہ صاحب نے کی، جس کا اردو ترجمہ مکرم ڈاکٹر وسیم احمد طاہر صاحب اور جرمن ترجمہ مکرم خواجہ رفیق احمد صاحب نے پڑھا۔ محترم مبارک احمد شاہد صاحب صدر مجلس نے اردو اور جرمن زبانوں میں عہد دہرایا۔ مکرم مجیب اللہ مانگٹ صاحب نے نظم پڑھی۔ مکرم ظفر احمد ناگی صاحب منتظم اعلیٰ اجتماع نے رپورٹ پیش کی۔ سالانہ اجتماع کے پروگرام کا آخری حصہ تقسیم انعامات کا تھا۔ اس مرتبہ مجلس Friedberg علمِ انعامی کی حق دار ہوئی۔ مکرم راجہ برہان احمد صاحب مربی سلسلہ و مرکزی نمائندہ یوکے نے اپنی اختتامی تقریر میں انبیاء کے سپرد چار کاموں کا ذکر کیا اور بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مختلف ممالک کے دَوروں میں رُونما ہونے والے ایمان افروز واقعات کا ذکر کیا۔ اعلانات کے بعد مکرم نیشنل امیر صاحب کی اختتامی اجتماعی دعا کے ساتھ ہی 41واں سالانہ اجتماع بخیر و خوبی اختتام کو پہنچا، الحمدللہ۔

(سیکرٹری مجلسِ شوریٰ جرمنی)

فیصلہ جات مجلس شوریٰ 2022ء جماعت احمدیہ جرمنی

جماعت احمدیہ جرمنی کی مجلسِ شوریٰ منعقدہ 20 تا 22 مئی 2022ء کے ایجنڈا میں بجٹ آمد و خرچ کے علاوہ تربیت سے متعلق ایک تجویز شامل تھی۔

اس کے بارہ میں مجلسِ شوریٰ کی سفارشات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں پیش کی گئیں تو حضور انور کا ارشاد موصول ہوا: ''سفارشات منظور ہیں''۔ تاہم ماڈریٹر کے ذریعہ اجلاس کروانے کے بارہ میں فرمایا:

''اجلاس کا تو صدر مجلس ہوتا ہے اور ساتھ عموماً جنرل سیکرٹری مدد کرتا ہے۔ باقی کوئی سلائیڈز، کلپس دکھانے ہیں، پریزنٹیشن دینی ہے تو کسی کو مقرر کیا جاسکتا ہے''۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری کے بعد یہ سفارشات فیصلہ جات کہلاتے ہیں جو تعمیل کی غرض سے پیشِ خدمت ہیں۔ تمام ممبرانِ شوریٰ، عہدیداران اور احباب جماعت سے ان فیصلہ جات پر بھرپور طریق سے عمل درآمد کرنے اور کروانے کی درخواست ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

تجویز حصہ الف:

''نئے ڈیجیٹل دور میں سوشل میڈیا کا زیادہ استعمال جس سے ہم بھی اور خاص طور پر ہماری نوجوان نسل متاثر ہوتی جارہی ہے۔ ان نئے مسائل سے نمٹنے کے لئے ہمیں اپنی تقریبات اور اجلاسات کے طریقِ کار پر نظرثانی کرنے اور بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ شوریٰ اس بارے میں لائحہ عمل تجویز کرے''۔

لائحہ عمل

اجلاس کی تیاری:

سال کے شروع میں ہی سارے سال کے اجلاس اور جلسوں کی تاریخیں مقرر کرلی جائیں۔

اجلاس تیاری کے ساتھ ہونا چاہئے اور اجلاس کی تیاری کم از کم ایک ہفتہ پہلے ضرور مکمل کرلینی چاہئے۔

لوکل سطح پر پروگرام کی تیاری کے لئے ایک چار رُکنی کمیٹی ہو، جس میں درج ذیل عہدیداران شامل ہوں: صدر جماعت، جنرل سیکرٹری، سیکرٹری تربیت اور مربی سلسلہ۔ ان کے باہمی مشورہ سے اجلاس کا پروگرام تیار کیا جائے۔ تلاوت، نظم اور اسی طرح بقیہ پروگرام کی تیاری کو اجلاس سے قبل باقاعدہ چیک کیا جائے۔

اجلاسات میں صرف تقاریر نہ ہوں بلکہ Digital Media کا بھی استعمال کیا جائے۔ مثلاً Beamer وغیرہ کا استعمال اور اس کے ذریعہ پریزنٹیشن وغیرہ کا استعمال ہو۔

لوکل سطح پر شعبہ سمعی بصری کی ایک Team ہو جو میڈیا کے ذرائع کے استعمال کا انتظام کرے۔

اجلاس کے دوران:

- اجلاس کو بروقت شروع کرنا اور بروقت اختتام کرنا ضروری ہے۔
- مرکز کی طرف سے بھیجے جانے والا مواد صرف مدد کے طور پر ہے۔ لوکل جماعت خود بھی کچھ متعلقہ مواد شامل کرسکتی ہے۔
- ماڈریٹر کے ذریعہ اجلاس کروانے کے بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ''اجلاس کا تو صدر مجلس ہوتا ہے اور ساتھ عموماً جنرل سیکرٹری مدد کرتا ہے۔ باقی کوئی سلائیڈز، کلپس دکھانے ہیں، پریزنٹیشن دینی ہے تو کسی کو مقرر کیا جاسکتا ہے''۔
- افراد جماعت کو اجلاس میں زیادہ سے زیادہ involve کرنا چاہئے اور اجلاس کو interactive بنانا چاہئے۔ مثلاً جیسا کہ کوئز پروگرام یا Group work کے ذریعہ۔
- ہر سہ ماہی میں This week with Huzoor کے کچھ سوالات کے کلپس دکھائے جائیں۔
- اجلاسات میں مذہبی موضوعات کے ساتھ ساتھ حالاتِ حاضرہ اور علمی موضوعات کے متعلق بھی معلومات مہیا کی جائیں۔
- حضرت مسیح موعودؑ کی کسی کتاب کا تعارف بھی گاہے بگاہے پیش کیا جانا چاہئے۔
- نیشنل سطح پر اجلاس کا جو مواد بھیجا جاتا ہے اس میں قرآن، احادیث اور اقتباسات کے علاوہ واقعات شامل کرنے چاہئیں۔
- اجلاسات میں Guest-Speaker کو online بھی مدعو کیا جاسکتا ہے، 'نظام کی اجازت کے ساتھ'۔ اسی طرح جماعتی شخصیات کے علاوہ ان افراد جماعت کو بھی online شامل کیا جاسکتا ہے جو کہ دین کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی کامیاب ہیں تاکہ پتہ چل سکے کہ دین کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔
- کبھی کبھی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات میں سے چند ایسے نکات نکال کر پیش کئے جائیں جن کا ہماری روزمرّہ زندگی سے تعلق ہے۔
- اجلاس میں وقتاً فوقتاً مربیان کے ساتھ سوال و جواب کی نشست بھی منعقد ہو۔
- اجلاسات میں ترجمہ کے لئے Telephone Conference کے ذریعہ simultaneous translation کو لازم بنایا جائے۔

اجلاس کے بعد:

- گاہے بگاہے افراد جماعت سے Feedback اور اجلاس کو کامیاب اور دلچسپ بنانے کے حوالہ سے لوکل سطح پر مشورہ لیا جائے۔
- اجلاسات کے بعد تصاویر وغیرہ گروپس میں share کرنی چاہئیں۔

تجویز حصہ ب:

''کورونا کی وجہ سے ہمیں عبادات اور پروگراموں میں فعال شرکت کے حوالے سے مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مجلس شوریٰ، جماعت کی تعلیمی و تربیتی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس حوالہ سے جائزہ لے اور لائحہ عمل تجویز کرے''۔

لائحہ عمل

- لوگوں کو جماعتی پروگراموں میں شامل کرنے اور مساجد میں لانے کے لئے ایک 3 ماہ کی خصوصی مہم شروع کی جائے۔
- اس مہم کے دوران مربیان کرام (بشمول دفاتر کے مربیان) نیشنل عاملہ کے ممبران، ریجنل امراء اور اسی طرح

لوکل عاملہ کے مخصوص عہدیداران افراد جماعت سے ان کے گھروں میں جاکر ملیں۔ انہیں بتائیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں، اور یہ کہ ہم آپ کی کیسے خدمت کرسکتے ہیں۔

• ایسی خواتین جو اکیلی ہیں یا اپنے بچوں کی اکیلے کفالت کررہی ہیں، ان سے صدر لجنہ صاحبہ گھر جاکر ملیں۔

a) نیشنل شعبہ تربیت اصلاحی کمیٹی کے جملہ ممبران کے تعاون اور مدد سے مندرجہ بالا پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تفصیلات وضع کرے گا۔

b) مربیان سلسلہ اور اسی طرح صدران جماعت کے لئے ورکشاپس منعقد کی جائیں، جن میں انہیں اس کام کو مستقل فعال طور پر کرنے کی ترغیب دلائی جائے۔

اس مہم کے دوران ہر جماعت میں کم از کم ایک تفریحی پروگرام مثلاً پکنک وغیرہ رکھا جانا چاہئے۔ یہ پروگرام ذیلی تنظیم کی سطح پر بھی رکھا جاسکتا ہے۔

جماعتی پروگرامز کی اطلاعات واٹس ایپ یا ٹیکسٹ میسج کے ذریعے دینے کی عادت فروغ پا رہی ہے اور ذاتی طور پر ٹیلی فون کے ذریعے اطلاعات دینے کا رواج بہت کم ہوگیا ہے۔ اس مہم کے دوران اس رواج کو کم کرنے اور عہدیداران کو احباب جماعت کے ساتھ ذاتی روابط کو بڑھانے کے لئے خصوصی تاکید اور کوشش کی جائے۔ ذیلی تنظیموں کے تعاون اور مدد سے اطلاعات کے نظام کو فعال بنانے کے لئے کوشش کی جائے۔

مکرم ڈاکٹر محمد عبدالہادی اطالوکیوسی صاحب

(مکرم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد۔ لندن)

1971ء کی بات ہے ہمارے نہایت ہی مخلص جرمن احمدی بھائی ڈاکٹر محمد عبدالہادی اطالوکیوسی صاحب (جو اسپرانٹو زبان کے ماہر تھے اور اس زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کی بھی سعادت حاصل کرچکے تھے) ایک کانفرنس میں شمولیت کے سلسلہ میں فرانکفرٹ سے لندن تشریف لائے۔ چند روز یہاں مشن ہاؤس میں قیام کیا۔ مشن میں ان کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد ہوئی۔ اس میں انہوں نے مختصر تقریر کی اور آخر میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درج ذیل یہ دو اردو اشعار، جو انہوں نے بہت کوشش اور عمدگی سے یاد کئے تھے، نہایت خوش الحانی سے پُرسوز آواز میں ترنّم کے ساتھ پڑھ کر سنائے:

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
ہو رہے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

مکرم ڈاکٹر صاحب کی پُرسوز آواز نے ایک عجیب سماں پیدا کردیا اور یہ دیکھ کر کہ یہ الفاظ ایک ایسے نو مسلم کی زبان سے ادا ہو رہے ہیں جو اپنے اخلاص اور ایمان میں ایک نمونہ ہے اور پھر اس کا اپنا وجود سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس عظیم الشان پیشگوئی کی صداقت کا زندہ ثبوت ہے، سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ کے اس نشان کو بچشم خود پورا ہوتے دیکھ کر خوشی اور شکر کے ملے جلے جذبات کے ساتھ ہر آنکھ اشکبار تھی اور دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز۔ واقعی یہ ایک غیرمعمولی روحانی تجربہ تھا۔

خدا کرے کہ اہلِ مغرب کے دلوں میں پاک تبدیلی کے یہ آثار بہت جلد اپنے کمال کو پہنچیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دیارِ مغرب و مشرق کو اسلام کے نور سے منوّر کردے، آمین۔

URKUNDE

In Würdigung der hervorragenden ehrenamtlichen Verdienste durch das Mitwirken als Mitglied des Ausländerbeirates an der Entwicklung unserer Stadt und ihrer kommunalen Einrichtungen verleiht die Stadt Rodgau

Herrn Zafar Iqbal Muneeb

für 20 Jahre ehrenamtliche Tätigkeit

auf Beschluss der Stadtverordnetenversammlung vom 18.07.2022 die

Ehrenplakette der Stadt Rodgau

in Gold.

Während dieser Zeit hat er sich in besonderer Weise um das Wohl der Stadt Rodgau und ihrer Einwohnerschaft verdient gemacht.

Rodgau, den 20. Juli 2022

Die Stadtverordnetenversammlung — Der Magistrat

ایک احمدی کے لئے شہری اعزاز

جماعت روڈگاؤ کے ایک مخلص اور سرگرم رُکن مکرم ظفراقبال منیب صاحب کو Rodgau کی انتظامیہ نے مؤرخہ 20 جولائی 2022ء کو Ehrungsabend کے نام سے ایک پُروقار تقریب میں مندرجہ ذیل اعلیٰ شہری اعزازات اور اسناد سے نوازا ہے۔

Ehrenplakette in Gold
Ehrennadel in Gold
Ehrenmitglied des Ausländerbeirat Rodgau

موصوف گزشتہ 31 سال سے جرمنی میں مقیم ہیں اور 21 سال سے غیرملکیوں کی کونسل کے ممبر ہیں۔ آپ مشاورتی بورڈ (Vorstand) کے ساتھ ساتھ متعدد کمیٹیوں کے رُکن ہیں اور شہر روڈگاؤ کی طرف سے صوبائی مشاورتی کونسل میں نمائندہ بھی ہیں۔

یہ اعزازات مندرجہ ذیل شہری منتظمین نے دیئے۔

Herr Breitenbach, Bürgermeister
Herr Qaiser, Stadtverordnetenvorsteher
Frau Jäger, Stellvertretenin Stadtverordnetenvorsteher

اس موقع پر شہر کی پارلیمنٹ کے تمام ممبران و معززین شہر موجود تھے۔ مقامی جماعت کے بعض احباب بھی مدعو تھے۔

ادارہ اخبار احمدیہ جرمنی محترم ظفر اقبال منیب صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بیش از پیش خدمتِ انسانیت کی توفیق عطا فرماتا رہے، آمین۔

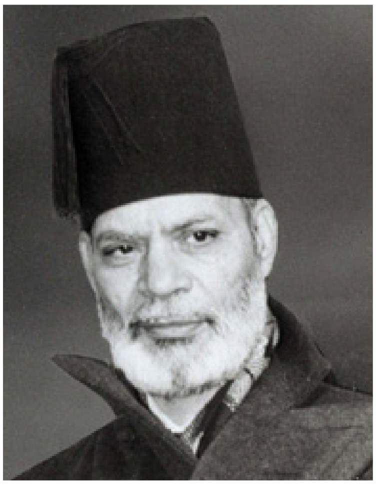

''سپوت ایشیا''

حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ

(مکرم مولانا حیدر علی ظفر صاحب مبلغ سلسلہ ونائب امیر جماعت جرمنی)

حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ عالمی شہرت کے حامل سیاستدان، قانون دان اور ایک بہت بڑی روحانی اور علمی شخصیت تھے۔ آپ کو عمر بھر بہت سے خطابات اور اعزازات ملتے رہے مگر آپ کا اصل اور حقیقی اعزاز یہ ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ، بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصّحابہ، مسند احمد، ج 4، صفحہ 398)

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی تم اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دستِ مبارک پر بیعت کرنے والے خوش نصیبوں کے بارہ میں فرمایا ؎

''صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا''

یعنی صحابہ مسیح موعودؑ صحابہ رسولؐ کی جماعت سے جا ملیں گے۔ جیسا کہ سورہ جمعہ کی آیت سے واضح ہے۔

حضرت چودھری صاحبؓ کا تعارف تو پوری دنیا میں ہے مگر جماعت میں ان کا ایک خاص مقام ہے اور صحابی ہونے کی وجہ سے خلفائے حضرت مسیح موعودؑ بھی آپ کو خاص عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر بھی آپ کی تقریر ہوتی تھی۔ جماعتی لٹریچر میں آپ کی خدمات اور کارناموں کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ آپ کے مضامین اور تقاریر بھی شائع ہوتی رہیں۔ آپکی کتاب ''تحدیثِ نعمت'' ایک غیر معمولی کتاب ہے بظاہر ایک آپ بیتی ہے مگر اس کا رنگ ہی اور ہے جو کچھ بھی ملا اس کو خدا کی عین عطا جانا، نہ اپنے کارناموں پر فخر نہ کسی کی کردار کشی۔ واقعات کا تسلسل سے بیان اس انداز سے کہ چودھری صاحب رضی اللہ عنہ اس کو صرف اور صرف خدا کا فضل اور اس کی عطا سمجھتے تھے۔ یہ کتاب جب بھی پڑھی ایمان میں تازگی کی ایک نئی لہر محسوس کی۔

میری حضرت چودھری صاحب رضی اللہ عنہ سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب میں جامعہ احمدیہ ربوہ کا طالب علم تھا۔ آپ جامعہ احمدیہ میں تشریف لائے۔ آج تک مجھے آپ کا لباس یاد ہے۔ آپ سفید شلوار قمیض اور سر پر ترکی ٹوپی زیبِ تن کئے ہوئے تھے۔ بعد میں آپ کو شیروانی پہنے ہوئے اور ہاتھ میں چھڑی لئے ہوئے بھی دیکھا۔

خاکسار لاہور میں تین بار بطور مربی سلسلہ متعین رہا تو ملاقات کے مزید مواقع میسر آئے۔ جب بھی آپ لاہور تشریف لاتے جماعت آپ کے اعزاز میں کوئی نہ کوئی تقریب منعقد کرتی۔ مجھے بھی بعض تقاریب میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ ایک تقریب میں مجھے تلاوت قرآنِ کریم کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ مجھے بتایا گیا کہ تلاوت میں معمولی سی غلطی بھی حضرت چودھری صاحبؓ گوارا نہیں کرتے لہٰذا ہم کسی مربی صاحب سے ہی تلاوت کرواتے ہیں۔

آپ کی آخری بیماری اور وفات کے وقت خاکسار لاہور دارالذکر میں مربی سلسلہ تھا۔ اس طرح لاہور میں آپ کی نماز جنازہ ادا کرنے اور پھر ربوہ میں جنازہ و تدفین پر بھی حاضر ہونے کا موقع ملا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت چودھری صاحبؓ پہلے احمدی ہیں جو ظاہری لحاظ سے خاندان مسیح موعودؑ میں نہ ہونے کے باوجود بہشتی مقبرہ کے احاطۂ خاص/قطعہ خاص میں مدفون ہوئے۔

1977ء میں انگلستان کے جلسہ پر آپ کی تقریر قریب سے سننے کا موقع ملا اسی موقع پر خاکسار کو ایک تصویر بنوانے کی سعادت بھی ملی۔ مکرم چودھری صاحبؓ آسمانِ احمدیت کا ایک ایسا روشن ستارہ تھے جن کے علم وفراست کی روشنی سے ایک عالم روشن ہوا اور قوموں نے زندگی پائی۔ کئی ایوانوں میں آپ کی صدا گونجی جس کی بازگشت آج بھی سنائی دیتی ہے۔

اب حال ہی میں مکرم رانا عبدالرزاق خاں صاحب کی لکھی ہوئی ''سپوتِ ایشیا'' کے نام سے ایک کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر سامنے آئی ہے جس میں جگہ جگہ ''تحدیثِ نعمت'' سے حوالے دیئے گئے ہیں جس سے ماضی میں کئے گئے مطالعہ کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان شخصیت کی یادیں بھی تازہ ہو جاتی ہیں۔ قارئین کو اس میں حضرت چودھری صاحبؓ کے بارے میں بعض نئی باتیں بھی پڑھنے کو ملیں گی۔ مصنف نے آپؓ کے بارے میں لکھے گئے بہت سے مضامین کو یکجا کر کے ایک دیدہ زیب گلدستے کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے ان کی یہ کوشش لائقِ صد تحسین ہے۔

حضرت چودھری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ کے ساتھ مضمون نگار کی ایک یادگار تصویر

''تحدیثِ نعمت'' تو مکرم چودھری صاحبؓ کی خودنوشت سوانح تھی۔اس کتاب میں احباب کی نظر میں ان کے مقام، مرتبہ اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں، خوبیوں اور سیرت کو بیان کیا گیا ہے۔ چند بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں ونصائح کو بیان کرتا ہوں جو کہ اعلیٰ اخلاقیات کا درس دیتی ہیں۔مگر اس سے قبل یہ دلچسپ واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ 1953ء میں اینٹی احمدیہ فسادات کی تحقیقات کے دنوں میں ایک غیر احمدی وکیل صاحب اپنے ساتھیوں سے بہت کہا کرتے تھے کہ ظفراللہ خاں کو بیان دینے کے لئے آنے دو میں ایک ہی سوال میں ظفراللہ خان کو ایسا پھانسوں گا کہ وہ نکل نہ سکے گا۔ جب حضرت چودھری صاحبؓ تشریف لائے تو وکیل صاحب نے کہا۔ چودھری صاحب ایک سیدھا سا سوال آپ سے کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں؟ چودھری صاحب نے فوراً جواب دیا کہ جو آپ مجھے سمجھتے ہیں۔ یہ ایسا جواب تھا کہ وکیل صاحب اس کے بعد کوئی سوال نہ کر سکے۔

حضرت چودھری صاحبؓ باوجود بیماری کے نماز باجماعت کی پابندی کرتے۔ اس لئے کسی نہ کسی خادم کو اپنے پاس رکھتے جو وقت پر آپ کو نماز پڑھا دے۔ مکرم چودھری صاحبؓ بہت قناعت پسند اور سادہ طبیعت رکھتے تھے آپؓ کی عادت تھی کہ جب اپنے سونے والے کمرے سے ساتھ ہی غسل خانہ میں جاتے تو غسل خانہ کی بتی جلا کر اپنے کمرے کی بتی بجھا دیتے اور غسل خانہ سے جب نکلتے تو سونے والے کمرے کی بتی جلا کر غسل خانہ کی بتی بجھا دیتے۔

آپؓ کی خدمت پر مامور خدام نے لکھا ہے کہ چودھری صاحبؓ ہمیں قمیض کے بٹن بند کرنے جیسی چھوٹی باتوں کی طرف توجّہ دلایا کرتے تھے۔ ایک خادم نے لکھا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ شرفِ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو چودھری صاحبؓ بجائے ہاتھ ملانے کے اپنے دونوں ہاتھ میرے گریبان تک لے گئے اور بٹن بند کرنے لگے اور فرمایا کہ پہلے یہ بٹن بند کر لو اس کے بعد مصافحہ کرو کیونکہ اس طرح بٹن کھلے رکھنا شریف آدمی کا کام نہیں۔ ایک اور موقع پر ایک نوجوان جس کی قمیض کے بٹن کھلے ہوئے تھے اُسے فرمایا قمیض کے بٹن بند کر لو۔ علاوہ اس کے کہ بٹن کھلے رکھنا مناسب نہیں، بٹن ہوتے ہی اس لئے ہیں کہ بند رکھے جائیں۔

آپ نہایت کفایت شعار واقع ہوئے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس طرح رقم کو بچا کر تو مَیں پاکستان میں کئی طالبِ علموں کی پڑھائی کا خرچ پورا کرتا ہوں اور اس بچت سے کئی مستحقین کی ضروریات بھی پوری ہوجاتی ہیں۔

آپ وقت کی پابندی کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ کسی کے ہاں مقررہ وقت سے پہلے بھی نہ جاتے اور نہ تاخیر سے۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ آپ عین وقت مقررہ پر اپنی تقریر بھی ختم کر دیتے تھے۔ اس کتاب میں آپ کی بے شمار خوبیوں کا ذکر ہے۔ وقت اجازت نہیں دیتا کہ میں اس مختصر وقت میں اُن کو احاطۂ تحریر میں لاسکوں تاہم یہ ایمان افروز واقعہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں ایک دریدہ دہن شخص راجپال نے ایک نہایت شرمناک کتابچہ "رنگیلا رسول'' کے نام سے شائع کیا اور اس طرح وہ نبی پاک ﷺ کی توہین کا مرتکب ہوا۔ مصنف کے خلاف جب عدالت میں مقدمہ چلا تو مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ نے قرار دیا کہ رسول اللہ کی توہین قانون کی زَد میں نہیں آتی اور ملزم کو بری کر دیا۔

اس فیصلہ سے مسلمانوں کے جذبات بہت مجروح ہوئے۔ لاہور سے شائع ہونے والے ایک اخبار نے ایک اداریہ لکھا اور جج صاحب کے فیصلہ پر سخت تنقید کی۔ اس پر اخبار کے خلاف توہینِ عدالت کا نوٹس جاری ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے مکرم چودھری سر محمد ظفراللہ خان صاحبؓ نے اس کیس کی پیروی کی۔ کیس کی سماعت کے دوران چودھری صاحب نے پہلے عدالت پر واضح کیا کہ زیرِ بحث اداریہ "جائز تنقید'' کی حد سے تجاوز نہیں کرتا اور بحث کے آخر میں کہا ''اگر اس سے متعلقہ جج کی توہین لازم آتی ہے تو رسول کریم ﷺ کی عزّت کی حفاظت کی کوشش میں اگر ہائی کورٹ کے جج کی توہین ہوگئی ہے تو یہ امر ناگزیر تھا، جس کی پوری ذمہ داری مسئول علیہم تسلیم کرتے ہیں''۔

جب بحث ختم ہوئی تو مسلمانوں کے ایک بڑے لیڈر مولانا ظفر علی خان صاحب سامعین کے حصہ سے کٹہرے کو ہٹا کر چودھری صاحب کی طرف لپکے اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر بلند آواز سے کہا:

''آج تم نے ان لوگوں کا منہ کالا کر دیا جو کہتے ہیں مسلمانوں میں کوئی قابل وکیل نہیں ملتا''

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں چودھری صاحبؓ جیسی نیکیوں کو اپنانے کی توفیق دے، آمین۔

ہوا میں تیرے فضلوں کا مُنادی

مکرم ڈاکٹر عبیدہ رشید رانا صاحب کے ساتھ ایک نشست

اخبارِ احمدیہ جرمنی کے پروگرام کا ایک حصہ ایسے نوجوانوں کی کامیابیوں کے سفر کو بھی قارئین کی خدمت میں پیش کرنا ہے جنہوں نے بچپن میں پاکستان سے جرمنی آ کر تعلیمی میدان میں شاندار کامیابی حاصل کی اور اس معاشرہ میں باوقار جگہ بنائی اور باصلاحیت اور مفید وجود بن کر انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں۔ انہی میں ہمارے بھائی مکرم ڈاکٹر عبیدہ رانا صاحب ہیں جن کا تعلق جماعت کولون سے رہا ہے اور اِس وقت موصوف چیف ڈاکٹر (Chefarzt) کی حیثیت سے Duisburg میں ماہرِامراض قلب کی حیثیت سے انسانیت کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کے ساتھ مورخہ 23 نومبر 2021ء کو اخبار احمدیہ جرمنی کے بعض اراکینِ مجلس ادارت نے ایک نشست کی اور ان کے اس کامیاب سفر کے بارہ میں بعض سوالات کئے جن کے جوابات یقیناً دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ حیرت انگیز بھی ہیں۔ اس گفتگو کا دلچسپ احوال ہدیہ ٔ قارئین ہے۔

خاندانی تعارف

محترم ڈاکٹر عبیدہ رانا صاحب مؤرخہ 27 فروری 1978ء کو فیصل آباد کے چک 88 ج ب میں محترم رانا خالد رشید صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا جان مکرم مولوی فاضل رانا عبدالعزیز صاحب نے مدرسہ احمدیہ قادیان سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کیا تھا موصوف اگرچہ باقاعدہ طور پر جماعت کے مبلغین میں شامل نہ تھے لیکن اس کے باوجود اپنی ملازمت کے ساتھ ساتھ وہ اپنے آپ کو رضاکارانہ طور پر تبلیغی کاموں میں بڑھ چڑھ کر مصروف رکھتے تھے۔

محترم ڈاکٹر صاحب کے والد محترم خالد رشید رانا صاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے تعلیم یافتہ ہیں اور ابتداءً بطور استاد اور بعدہٗ پاکستان ایئر فورس میں بطور وائرلیس مکینک ملازم رہے۔ یہاں سے ریٹائرمنٹ کے بعد لیبیا چلے گئے۔ جہاں سے یکم مئی 1980ء کو مع اہل وعیال جرمنی منتقل ہوگئے۔ اُس وقت ڈاکٹر صاحب کی عمر صرف تین سال تھی۔

ڈاکٹر صاحب کی والدہ محترمہ نے پاکستان میں 19 سال بطور ٹیچر ملازمت کی تھی اس لئے وہ اپنے بچوں کو ہمیشہ حصولِ تعلیم کی طرف توجّہ دلاتی رہتی تھیں جس کے نتیجہ میں 1996ء میں ڈاکٹر صاحب نے اچھے نمبروں میں Abitur کیا۔ ان دِنوں آپ کے ابّا جان آئس کریم کا کاروبار کرتے تھے اور آپ اپنے محترم والد صاحب کے ساتھ کاروبار میں ہاتھ بٹاتے تھے اس لئے آپ کا مزید تعلیم حاصل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ دوسری طرف محترمہ والدہ صاحبہ کی خواہش تھی کہ آپ اس کاروبار کو چھوڑ کر مزید تعلیم حاصل کریں۔ پہلے انہوں نے پائلٹ بنانے کی خواہش ظاہر کی لیکن خدا تعالیٰ کو آپ کا ڈاکٹر بنا منظور تھا چنانچہ آپ کو میڈکل کالج میں داخلہ مل گیا۔

جماعتی خدمات

ڈاکٹر صاحب کے گھر کا ماحول شروع سے ہی دینی تھا، لہٰذا آپ بچپن سے ہی کسی نہ کسی صورت میں جماعتی خدمت کے ساتھ منسلک رہے۔ جب آپ خادم ہوئے تو آپ کو ٹھوس انداز میں مختلف خدمات کی توفیق ملی۔ اس کی تفصیل آپ نے اس طرح سے بتائی:

’’میری خواہش تھی کہ جدید دَور کے تقاضوں کے مطابق نئی تکنیکی سہولیات کو استعمال کرنا چاہیے۔ اس لئے 1994ء یا 1995ء کے اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ کے موقع پر میں نے ریجن کے خدام کی تجنید، چندہ کی تفصیل اور علمی مقابلہ جات کے پوائنٹس کو ایک سافٹ ویئر کے ذریعہ مرتّب کیا۔ مَیں نے اس سافٹ ویئر کو ذاتی شوق اور کوشش سے جماعتی مفاد کے لیے تیار کیا تھا۔ جب یہ سب کچھ مرکز کے علم میں لایا گیا تو اس کو بہت پسند کیا گیا اور دیگر ریجنز کو بھی اسی طرز پر اپنے خدام کی معلومات کو جمع کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ بحیثیت ناظم صحتِ جسمانی بھی مَیں نے خدام کی کھیلوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے بہت کوشش کی۔ بیت النصر کولون کے ایک حصہ میں ٹیبل ٹینس وغیرہ کا اہتمام کیا‘‘۔

آپ نے اپنی اعلیٰ تعلیم کے بارہ میں بتایا:

’’تیرھویں کلاس (Abitur) کرنے کے بعد چار سال گزر گئے اور مَیں ابّاجان کے ساتھ آئس کریم کا کاروبار چلانے اور مجلس خدام الاحمدیہ میں خدمات میں ہی مصروف رہا۔ جب 22 سال عمر ہوئی تو اپنے مستقبل کے بارہ میں سنجیدگی سے سوچنا شروع کیا۔ والدہ صاحبہ کی طرف سے بھی مزید تعلیم حاصل کرنے اور بہتر مستقبل بنانے کے لئے مسلسل دباؤ تھا۔ چنانچہ Wirtschaftsinformatik (Business Informatics) میں داخلہ کی

درخواست دی مگر وہ منظور نہ ہوئی۔ پھر چھ ماہ بعد دوسری مرتبہ محترمہ والدہ صاحبہ کے مشورہ سے طِبّ کے شعبہ میں داخلہ کی درخواست دی۔ اس کے بعد والدین نے شادی کرنے کی طرف توجّہ دلائی اور فروری 2000ء میں میری شادی ہوگئی۔ چونکہ شروع سے ہی میری خواہش انسانیت کی خدمت کرنا تھی تو اللہ تعالیٰ نے میڈیکل میں داخلہ کے لیے آسانی بھی پیدا فرمادی اور ربوہ سے شادی کے بعد واپسی پر آکر ڈاک دیکھی تو اس میں کولون شہر میں طِبّ میں داخلہ کی منظوری کا خط بھی تھا۔ 2000ء میں گرمیوں کے سمیسٹرز سے پڑھائی کا آغاز ہوا اور مسلسل بارہ سمیسٹرز پاس کرنے کے بعد تعلیم مکمل ہوگئی تو فوراً ہی جون 2006ء سے یونیورسٹی آخن میں بطور اسسٹنٹ ڈاکٹر کام مل گیا، الحمدللہ۔

جب سے طِبّ کی تعلیم شروع کی تھی اسی وقت سے امراضِ دل کے میدان میں مہارت حاصل کرنے کا رُجحان تھا۔ خاص طور پر ایسے مریض جن کو ہارٹ اٹیک ہو چکا ہو ان کا علاج کیا جاسکے۔ اسی سوچ کی بنا پر اپنے مقالہ کے لیے امراضِ قلب کے موضوع کا انتخاب کیا۔ دوران پڑھائی ہی اپنا مقالہ بھی مکمل کر لیا تھا۔ عموماً میڈیکل کے طلباء ایسا نہیں کرتے کیونکہ وہ پڑھائی میں اس قدر مصروف ہوتے ہیں اور پڑھائی مکمل کرنے کے بعد کام شروع ہوجاتا ہے اور کام کے ساتھ مقالہ مکمل کرکے ڈگری مکمل کرنا خاصا مشکل ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ڈاکٹر تو بن جاتے ہیں لیکن ڈاکٹر کا ٹائٹل ان کے پاس نہیں ہوتا۔ اس لیے مجھے پڑھائی کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ محنت کرنا پڑی جس کے نتیجہ میں اپنا مقالہ بھی مکمل کر لیا اور نومبر 2006ء میں ڈاکٹر کا ٹائٹل بھی مل گیا۔ 2010ء میں آخن شہر میں منتقل ہوگئے اور کارڈیالوجی کے میدان میں مہارت حاصل کی۔ اس کے لئے جرمنی میں دو مختلف طریق رائج ہیں۔ یا تو پہلے کارڈیالوجی کی تعلیم حاصل کر لی جائے جس میں چھ سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے یا دوسرے طریقہ کو اختیار کرکے پہلے Innere Medizin (Internal Medicine) میں سپیشلائزیشن کر لی جائے جس میں پانچ سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے جس کے بعد کارڈیالوجی کے لیے تین سال درکار ہوتے ہیں۔ اس طرح دونوں شعبوں میں سپیشلسٹ کی ڈگری مکمل ہوجاتی ہے۔ لہٰذا میں نے دوسرے طریق کو منتخب کیا اور یونیورسٹی آف آخن سے انٹرنل میڈیسن سپشلسٹ کی ڈگری پاس کی اور اس کے بعد Düsseldorf یونیورسٹی سے کارڈیالوجی میں سپیشلائزیشن کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ ”تحقیق کے میدان میں احمدی آگے جائیں“ کلینکل کام کے ساتھ تحقیقی میدان میں بھی قدم رکھا جس سے اپنی صلاحیتوں کو چمکانے میں بہت مدد ملی۔

سوال: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے آپ کا اپنی پڑھائی کے دوران کیسا رابطہ رہا؟

ڈاکٹر عبیدہ صاحب: میرے ابا جان میرے بارہ میں مسلسل دعائیہ خطوط لکھتے رہتے تھے۔ مختلف جلسہ جات، اجتماعات و ملاقات وغیرہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے یہی سنتا کہ جس بھی میدان میں پڑھائی کریں اس میں کمال مہارت حاصل کریں۔ اگر اس میں مہارت نہیں ہوگی تو آپ کس طرح جماعت کی خدمت کرسکیں گے۔ میرے ذہن میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہی رہنمائی تھی جس کی وجہ سے مَیں چاہتا تھا کہ میں جس بھی میدان میں پڑھائی کر رہا ہوں اس میں ممکنہ حد تک مہارت حاصل کرلوں اور پھر میں جماعت کی بھی خدمت کروں۔ کیونکہ مَیں نے دیکھا کہ بہت سے ڈاکٹرز وقفِ عارضی کے لیے جاتے ہیں جو ابھی سیکھ رہے ہوتے ہیں۔ وہ وہاں جاکر ویسی خدمت نہیں کرپاتے جو ایک ماہر ڈاکٹر کرسکتا ہے۔ جبکہ ایک ماہر ڈاکٹر وہاں (طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ) جاکر کچھ نہ کچھ سکھا سکتا ہے جس سے ہسپتال کو زیادہ فائدہ ہوسکتا ہے۔ اس لیے مَیں نے اپنی توجّہ اسی پر مرکوز رکھی کہ پہلے اپنے شعبہ میں مہارت حاصل کروں تاکہ جماعت اور انسانیت کو زیادہ فائدہ پہنچا سکوں۔ 2015ء میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد قریباً دو سال کا تجربہ بھی حاصل کرنے کے بعد میں نے اپنے آپ کو اس قابل پایا کہ اب مَیں جماعت کی بہتر خدمت کرسکتا ہوں تو مَیں نے جماعت کو اپنی خدمات پیش کرنا شروع کردیں، الحمدللہ۔

جلسہ سالانہ 2007ء کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سندِ خوشنودی عطا فرما رہے ہیں

ملازمت اور شادی کے بعد کی زندگی

سوال: اپنی ملازمت سے جڑے سفر کے متعلق کچھ بتائیے۔

ڈاکٹر صاحب: Doctoral Thesis کی وجہ سے مجھے وظیفہ بھی مل گیا جس میں مجھے کچھ پیسے بھی مل گئے۔ پیسوں کی تو شاید اتنی اہمیت نہ ہو لیکن یہ CV میں شامل ہوجاتا ہے جس کا فائدہ ہوتا ہے۔ جس کا نام

Hochbegabtenstipendium تھا یعنی ایسا وظیفہ جو غیر معمولی تعلیمی قابلیت پر دیا جاتا ہے حالانکہ میری قابلیت کوئی ایسی غیر معمولی نہیں تھی۔ جب میں نے پڑھائی ختم کی تو آسانی سے آخن میں میری خواہش کے مطابق ملازمت مل گئی۔ کولون میں مجھے ایک سال اور ریسرچ کرنا پڑنی تھی اور ملازمت نہیں ملنی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آخن میں میری ملازمت کے لیے آسانی پیدا فرمادی، الحمدللہ۔

چونکہ اس وقت میں شادی شدہ تھا اور ایک بچہ بھی تھا اس لئے گھریلو خرچ کے لیے ملازمت کی ضرورت بھی تھی۔ آخن میں مجھے ملازمت کے ساتھ ریسرچ کی اجازت بھی مل گئی۔ میں نے جس میدان میں ریسرچ کی وہ Cardiac Cellular Research کا میدان ہے۔ یہ ریسرچ تجرباتی نوعیت کی تھی۔

سوال: ایک یہ بات بھی تھی کہ آپ نے چار سال کے وقفہ کے بعد پڑھائی شروع کی تھی؟

ڈاکٹر صاحب: بالکل، اس کے علاوہ شادی ہوگئی، بچہ بھی ہوگیا۔ گھر کی ذمہ داریاں بھی ساتھ تھیں۔ میرا پہلا بیٹا 2001ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس وجہ سے بھی مجھے بہت زیادہ محنت کرنا پڑی اور درمیان میں کہیں بھی پڑھائی نہیں چھوڑی۔ اپنے مقصد کو ہمیشہ سامنے رکھا اور اس کے لیے جدوجہد جاری رکھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی بھی سمیسٹر دوبار نہیں کرنا پڑا۔ مَیں نے تمام سرٹیفیکیٹس پہلی مرتبہ میں حاصل کیے۔ دوران پڑھائی چھوٹے بڑے سینکڑوں سرٹیفیکیٹس حاصل کرنا پڑتے ہیں۔ جس میں مختلف چھوٹے بڑے امتحانات ہوتے ہیں۔ ان تمام سرٹیفیکیٹس کے حصول کے بعد بڑا امتحان Staatsexamen(State Exam) ہوتا ہے۔ ہر Staatsexamen میں داخلہ کے لیے چھوٹے چھوٹے بہت سے سرٹیفیکیٹس حاصل کرنا پڑتے ہیں۔

سوال: اس سارے عرصہ میں آپ کی بیوی کا آپ کا ساتھ دینے میں ایک بڑا کردار رہا ہوگا؟

ڈاکٹر صاحب: بالکل ایسے ہی ہے، بیوی نے میرا بھرپور ساتھ دیا۔ مَیں پڑھائی کے ساتھ کام بھی کررہا تھا۔ آئس کریم کی ریڑھی کے ہینڈل پر ایک تختہ لگا کر اس پر کتاب رکھ کر جب تک گاہک نہیں آتا تھا، اپنی پڑھائی کرتا تھا۔ تقریباً تین چار سال اسی طرح گزرے۔ 2000ء سے لے کر تقریباً 2004،05ء تک۔ آخری سال تو چونکہ ہسپتال میں رہنا پڑتا ہے اس لیے کام کرنا ممکن نہیں تھا۔ میرے خیال سے 2004ء کے آخر میں مَیں نے آئس کریم والا کام چھوڑ دیا۔ ویک اینڈ پر کچھ کرلیتا تھا۔

سوال: ڈاکٹر صاحب آپ نے جب میڈیکل کی پڑھائی میں داخلہ لیا تو اس سے پہلے آپ کی شادی ہو چکی تھی، بعد میں بچہ بھی ہوگیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنی تعلیم بھی مکمل کی۔ ایسی مثالیں بہت کم دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ان حالات میں آپ نے کس طرح اپنی ذمہ داریوں اور تعلیم پر بھی توجہ دی؟

ڈاکٹر صاحب: یہ واقعی بہت مشکل تھا۔ پڑھائی کے ابتدائی سال تو بہت مشکل ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ مَیں والدین کے ساتھ رہتا تھا۔ لہٰذا مجھے ان کی مدد سے کسی قسم کی مشکل پیش نہیں آئی کیونکہ وہ میری بیوی اور بچے سے بہت پیار کرتے تھے۔

تصنیف و تدوین

سوال: ڈاکٹر صاحب کیا آپ کے کوئی سائینسی مضامین وغیرہ بھی شائع ہوئے ہیں؟

جی الحمدللہ۔ 29 مختلف سائنسی مضامین مختلف جرائد میں چھپے ہیں۔

سوال: کن جرائد میں طبع ہوئے؟

ڈاکٹر صاحب: کارڈیالوجی کا مشہور ترین امریکن رسالہ جس کا نام Circulation ہے اس میں بھی شائع ہوا۔ اس کے علاوہ ایک رسالہ ہے Circulation Research۔ ان دونوں مشہور ترین رسالوں میں اپنی تحقیق پیش کرنے کا موقع ملا۔ 2015ء تک مختلف رسائل میں میری تحقیق شائع ہوتی رہی۔ ان رسائل میں جو تحقیقات شائع ہوئیں وہ خاکسار کی اپنی ذاتی تحقیق تھی کسی اور ڈاکٹر کے ساتھ مل کر نہیں تھی۔

2015ء تک تعلیم حاصل کی اور بطور اسسٹنٹ ڈاکٹر ملازمت بھی کرتا رہا۔ 2015ء میں Habilitation، انٹرنل میڈیسن اور کارڈیالوجی سپیشلائزیشن کرلی تھی۔ اس کے بعد اگلا مرحلہ Oberarzt (Senior Doctor) کا ہوتا ہے۔ چونکہ میں Düsseldorf یونیورسٹی میں اسسٹنٹ ڈاکٹر کے طور پر کام کر رہا تھا اور اس وقت Oberarzt کی تعلیم کے لیے اس یونیورسٹی میں ممکنہ صورت نہیں تھی۔ اس صورت حال میں مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ بطور اسسٹنٹ ڈاکٹر اپنی اس ملازمت کو جاری رکھوں اور تحقیق کے میدان میں ہی رہوں یا Oberarzt بن کر کلینکل صلاحیتوں میں مہارت بھی حاصل کروں کیونکہ بطور اسسٹنٹ ڈاکٹر یہ آسان نہیں تھا۔ لہٰذا خاکسار نے Oberarzt بننے کے لیے کوشش شروع کردی اور کارڈیالوجی کے میدان میں بھی مختلف شاخیں ہیں۔ جب میں نے غور کیا کہ ہارٹ اٹیک کے نتیجہ میں سٹنٹ وغیرہ ڈالنے والی شاخ میں تو بہت سے ڈاکٹر ہیں اس لیے میں نے الیکٹرو فزیالوجی کی شاخ کا انتخاب کیا۔ جس میں ایسے مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے جن کے دل کی دھڑکن تیز یا کم ہوجاتی ہے۔ اس کے لیے مختلف برقی آلات جیسے پیس میکر وغیرہ کی مدد سے دل کی دھڑکن کو معمول کے مطابق رکھا جاتا ہے۔ لہٰذا خاکسار نے کارڈیالوجی کے اس شعبہ میں مہارت حاصل کی۔ دل کے والو (Valve) کھولنے کے لیے سٹنٹ وغیرہ بھی ڈال سکتا ہوں لیکن یہ میرا شعبہ نہیں ہے۔

کارڈیالوجی میں جب اعلیٰ سطح پر جائیں تو اس میں جو آجکل Chief Doctor (Chefarzt) بنتے ہیں اس میں کارڈیالوجی میں عموماً دو اور بعض حالات میں تین Chefarzt بھی بن جاتے ہیں۔ ایک Chefarzt سٹنٹ وغیرہ ڈالنے والی شاخ کو دیکھتا ہے۔ دوسرا الیکٹرو فزیالوجی کے شعبہ کو دیکھتا ہے۔ میں نے الیکٹرو فزیالوجی میں ڈگری حاصل کی ہے۔ 2017ء میں مجھے (Chefarzt) انچارج شعبہ کا ٹائٹل بھی مل گیا، الحمدللہ، (باقی آئندہ، ان شاءاللہ)

ادبی صفحہ

مدبّر احمد خان

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

(ابنِ انشاء)

انگلستان کو چھوڑ کر یورپ کے جس ملک میں بھی ہم جائیں زبان کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے، ہمارے لیے نہیں، اس ملک کے لوگوں کے لیے۔ کیونکہ ہم تو اپنا منشا انگریزی میں بخوبی ادا کر لیتے ہیں، یہ لوگ سمجھ نہیں پاتے۔ ...

ہمبرگ میں اس روز بہت تیز ہوا چل رہی تھی اور ہمیں ایک پبلشر سے ملنے شہر سے دور ایک قصبے میں ریل سے جانا تھا..... تو یہ ذکر S بان کے اسٹیشن کا ہے، ہمبرگ میں ہوا کے چلنے کا ہے، جس کی وجہ سے ہمارے گیسو بے طرح پریشان ہو رہے تھے۔ ہمیں اپنے دوست مشتاق احمد یوسفی پر رشک آیا کہ کتنی بھی ہوا چلے ان کو ایسے پرابلم پیش نہیں آتے۔ ہمارے ترجمان مسٹر کیدرلین تو ٹکٹ لینے چلے گئے۔ ہم نے ایک دکان پر کنگھا خریدنا شروع کیا اور خریدتے چلے گئے۔ COMB تو خیر وہ کیا سمجھتا۔ ہم نے اپنے بالوں میں انگلیوں سے کنگھا کر کے دکھایا۔ اس نے پہلے کریم کی ایک شیشی پیش کی۔ ہم نے ردّ کر دی تو شیمپو کی ایک ٹیوب دکھائی۔ اس پر ہم نے ہامی نہ بھری تو وہ بالوں کی ایک وِگ دکھانے لگا۔ ہم نے بالوں کی پٹیاں ہاتھ سے جما کر دکھائیں۔ ٹیڑھی مانگ نکالی، سیدھی مانگ نکالی لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ جانے وہ اپنے کنگھے اور دوسرے سامان کیسے بیچتا ہوگا۔ اتنے میں مسٹر کیدرلین آ گئے اور انہوں نے کوئی لفظ کہا اور دکاندار نے جھٹ بہت سارے کنگھے نکال کر سامنے رکھ دیے۔

آج کی سنیے کہ دمِ تحریر ہم برلن اور ہمبرگ اور میونخ وغیرہ کو بھگتا کر دوبارہ فرانکفرٹ میں فروکش ہیں۔ اتوار کا دن ہے اور عین اس وقت گرجا کا گھنٹہ بج رہا ہے۔ صبح اٹھ کر ہم نے شیو کا سامان نکالا اور صابن لگایا۔ بلیڈ تلاش کیے تو ندارد۔ سوٹ کیس کا کونا کونا چھان مارا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر صابن پونچھا۔ بال بنائے، سوٹ پہنا اور نیچے کونٹر پر گئے اور پوچھا کہ بلیڈ کہاں سے خریدے جاسکتے ہیں۔ اس بھلے آدمی نے جانے کیا سمجھا۔ بولا، اچھا تو آپ جا رہے ہیں، آپ کا بل بنا دوں؟ ہم نے کہا نہیں بھائی۔ ہماری صورت سے اتنے بیزار کیوں ہو رہے ہو۔ ہم فقط شیو کرنا چاہتے ہیں۔ داڑھی پر ہاتھ پھیر کر بتایا۔ بولا اچھا اچھا۔ لیکن آج تو سب دکانیں بند ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ریلوے اسٹیشن جاؤ اور قسمت آزماؤ۔ ......

چنانچہ ہم نے صبح کی ٹھنڈ کی پروانہ کرتے ہوئے اُدھر کا رُخ کیا۔ اس وقت نو بجنے کو تھے۔ لیکن سڑک پر آدم نہ آدم زاد۔ بندہ نہ بندے دی ذات۔ سارا اسٹیشن گھوم گئے۔ ...... لیکن ہمارے مطلب کی چیز بیچنے والا کوئی نہ تھا۔ ہم مایوس ہو رہے تھے۔ اور سوچ رہے تھے کہ اچھا داڑھی بڑھا لیں گے۔ آج کل فیشن میں داخل ہے اور داڑھی نہ رکھنے والا پرانے خیال کا آدمی یعنی مُلّا سمجھا جاتا ہے۔ اپنے پیارے مذہب کے بعض احکام بھی یاد آئے۔ لیکن اتنے میں ایک کولکی نظر آئی۔ کنگھے والے تجربے کی وجہ سے اب کے ہم اپنی زبان دانی پر دھار رکھ کر گئے تھے۔ نہ صرف ڈکشنری سے بلیڈ کا ترجمہ دیکھ لیا تھا۔ BLATT۔ بلکہ یہ بھی یاد کر لیا تھا کہ شیو کرنے کو کیا کہتے ہیں۔ RASIEREN۔ کم پڑھے لکھے لوگوں کو معلوم رہے کہ ریزر کا لفظ یہیں سے نکلا ہے۔ یا پھر یہ ریزر سے نکلا ہوگا۔ وہاں کھڑکی خالی تھی لیکن اتنے میں ایک بڑی بی آ ہی گئیں۔ ہم نے پہلے BLATT کہا پھر RASIEREN اور پھر داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ بولیں۔ YOU MEAN BLADE?۔ اور بلیڈوں کا پیکٹ اٹھا کر دے دیا۔ معلوم ہوتا ہے اس بیچاری کو جرمن نہیں آتی تھی۔ صرف انگریزی آتی تھی۔ ہماری طرح دونوں زبانوں پر قادر معلوم نہیں ہوتی تھیں۔ ......

میونخ میں جو بی بی ہمارے پلے پڑیں وہ بہت شائستہ اور نستعلیق تھیں۔ ...... ظاہر ہے ہماری زبان کی خوبیوں اس کے در و بست، فصاحت و بلاغت، صنائع بدائع، مراعاۃ النظیر، فاعل مفعول، مالم لیسم فاعلہٗ اور دوسری باریکیوں تک پہنچنے کے لیے انہیں کئی سال درکار تھے۔ ...... ہم نے ان کو مختصر الفاظ میں بتایا کہ کروڑوں آدمیوں کی اس زبان کے عظیم ادب میں ہمارا کیا مقام ہے۔ ...... انکسار اچھی چیز ہے لیکن ہر چیز کا حتّٰی کہ انکسار کا بھی کوئی موقع محل ہوتا ہے۔ ہم نے موصوفہ سے کہا تم اپنے حساب سے یوں سمجھو کہ جیسے جرمن ادب میں گوئٹے ہے، کچھ ایسے ہی اردو ادب میں ہم ہیں۔ فیضؔ کے دو تین اشعار کا ترجمہ بھی سنایا کہ یہ ہمارا نمونۂ کلام ہے۔ بہت خوش ہوئیں۔ اور بس انہیں خوش کرنا ہی ہمارا مقصد تھا۔ فیضؔ صاحب روس وغیرہ میں ہمارے اشعار اپنے نام سے پڑھ کر رنگ جمانا چاہیں تو ہماری طرف سے اجازت ہے۔ عوض معاوضہ گلہ ندارد۔

(ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں، صفحہ 17 تا22)

مرتبہ: مدبر احمد خان

تاریخ جرمنی

اگلی ایک صدی جرمینک قبیلے Staufer کے نام رہی۔ Staufer کا تعلق Swabia کے علاقے سے تھا اور Goeppingen شہر ان کا مرکز تھا۔ یہ دورِ حکومت Staufer اور Welfs کے درمیان سیاسی چپقلش کا زمانہ تھا۔ Welfs آج کے Bavaria کے علاقے میں آباد نسل تھی۔

وجہ یہ تھی کہ Heinrich V سنہ 1125ء میں بے اولاد انتقال کر گیا۔ گو کہ اس نے اپنے بھانجے Friedrich II کو اپنا وارث نامزد کیا تھا جو Staufer تھا، تاہم نجیب زادوں نے انتخاب کا فیصلہ کیا اور یہ انتخاب Lothar III کے حق میں ہوا جو Saxon قبیلے سے تھا۔ Lothar III کا نواسہ Heinrich The Proud تھا اور اس کا تعلق Welfs نسل سے تھا۔ اسی طرح دوسری طرف Conrad III تھا جو Staufer نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ Lothar III کے انتقال کے بعد Conrad III قیصریت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ تاہم Welfs کے ساتھ سیاسی پیچیدگیاں جاری رہیں۔

یہاں دو اہم واقعات کا ذکر ضروری ہے۔ دریائے ایلب کے مغرب میں Slaws آباد تھے جو بُت پرست تھے۔ البتہ موسمی تبدیلیوں کی وجہ سے وہ علاقہ اب زرخیز ہو چکا تھا اور جرمنوں کی نظریں اس علاقے کی طرف جا رہی تھیں۔ لہٰذا کلیسا نے ان کے خلاف Crusade یعنی Holy war کی نصیحتیں کیں، جس کے نتیجے میں حکومت نے ان کے خلاف جنگ کا فیصلہ کیا۔ تاہم انہیں اتنی کامیابی حاصل نہیں ہو سکی جتنی ان کو توقع تھی۔ مفتوح قوم نے جو ایلب کے اُس پار آباد تھی، اپنی شناخت پوری طرح نہیں ہاری۔ آج بھی جو شہر -ow,-itz یا -in پہ ختم ہوتے ہیں، دراصل slawic زبان کی طرف اشارہ کرتے ہیں جیسے Berlitz, Berlin یا Pankow۔ فی الوقت یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دریائے ایلب کے اُس پار کا علاقہ باقی جرمنی کی نسبت کم از کم ایک ہزار سال بعد جرمنی کا حصہ بنا ہے۔ اس کے اثرات تاریخ میں محسوس کیے جا سکتے ہیں۔

دوسرا اہم واقعہ یہ ہوا کہ اسی دوران دوسری Crusade یروشلم کی طرف ہوئی جس میں Conrad III نے حصہ لیا لیکن مسلمانوں کے ہاتھوں شکست اٹھانی پڑی۔ جس سے اس کی حکومت کو بھی نقصان پہنچا۔ سنہ 1152ء میں وہ بھی اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔

اس کے بعد Friedrich I Barbarossa (سرخ ڈاڑھی والا) کو منتخب کیا گیا جو Conrad III کا بھتیجا تھا۔ حالانکہ اس کا بیٹا موجود تھا گو کہ ابھی کم عمر تھا۔ بیٹے کی بجائے بھتیجے کو قیصریت دینے میں بنیادی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ Welfs کا نمائندہ Heinrich The Lion بھی اس حق میں تھا، شاید اس لیے کہ یہ دونوں آپس میں رشتے دار تھے۔

Barabrossa کو قرونِ وسطیٰ میں لکھی گئی تاریخ میں ایک بہادر اور دلیر جرنیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے، اسی طرح انیسویں صدی میں جرمن شاعروں نے اس کا ایک افسانوی کردار مرتب کیا ہے۔ اس وجہ سے Barbarossa کو ایک تمدّنی حیثیت بھی حاصل ہے۔

Frederick Barbarossa, middle,
lanked by his two children

خیر، سیاسی طور پر اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے Barbarossa نے کئی محاذوں پر لڑائی لڑی۔ کچھ تلوار کے ساتھ اور کچھ تلوار کے بغیر۔ مفاہمت کے ذریعے Welfs کو اس نے ہمیشہ اپنے قابو میں رکھا۔ نیز، مذہبی طور پر اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے اس نے Milan سے کولون میں کچھ تبرکات منگوائے۔ اس کے علاوہ اطالیہ پر Barbarossa نے چھ بار حملے کیے۔

آخری بڑا محاذ جس میں Friedrich I Barbarossa حصہ دار تھا، وہ یروشلم کی طرف تیسری Crusade تھی جس میں اس مرتبہ عیسائیوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ Friedrich Barbarossa کی وفات 1190ء میں crusade سے واپسی پر دریائے گوسکو میں ڈوبنے سے ہوئی جو آج کے ترکی میں واقع ہے۔

حوالہ جات:

Die kürzeste Geschichte Dutschlands, James Hawes, Ullstein 2019, Berlin

Deutsche Geschichte, Dudenverlag 2020, Berlin

دلچسپ سائنسی خبریں

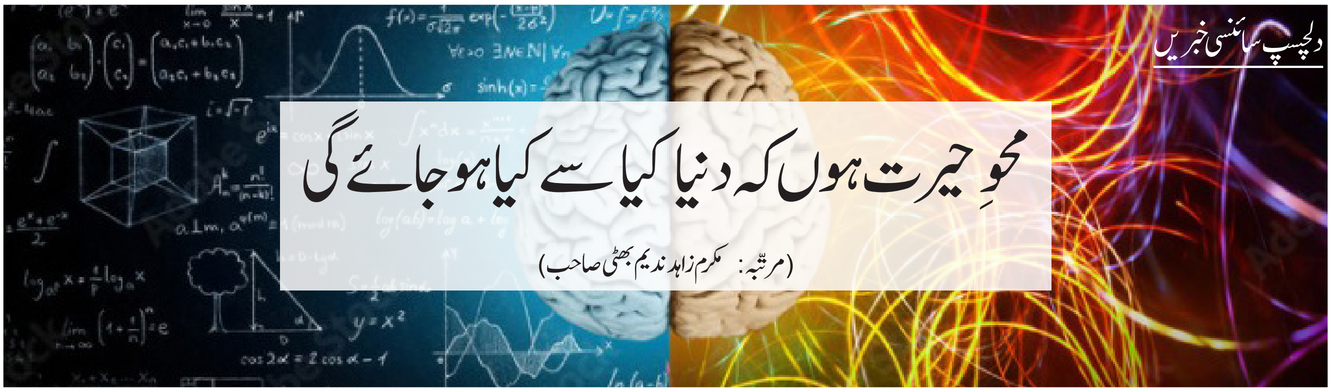

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

(مرتبہ: مکرم زاہد ندیم بھٹی صاحب)

Monkeypox عالمی وبا قرار

دنیا کے 75 ممالک میں 16000 سے زائد کیس رپورٹ ہونے کے بعد WHO نے منکی پاکس نامی متعدی مرض کو عالمی ایمرجنسی قرار دے دیا ہے۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے مطابق سر دست اس نوعیت کے صرف 2 عالمی الرٹ موجود ہیں، ایک پولیو کے خلاف جاری جدوجہد اور دوسرا کورونا وائرس الرٹ۔

اس وقت دیگر ممالک کی نسبت اس کا پھیلاؤ یورپین ممالک میں زیادہ دیکھنے میں آ رہا ہے، اس وائرس کا پھیلاؤ کورونا کی طرح تیز تو نہیں البتہ ہم جنس پرست گروپس میں اس کا پھیلاؤ خاص طور پر دیکھنے میں آ رہا ہے۔ مناسب حکمتِ عملی اور موجود ویکسین کی مدد سے اس بیماری کو مزید پھیلنے سے روکا جا سکتا ہے۔[1]

GETTY IMAGES

جیمز ویب ٹیلی سکوپ کے کارنامے

حال ہی میں خلا میں بھجوائے جانے والی دنیا کی سب سے بڑی اور جدید جیمز ویب نامی ٹیلی سکوپ نے جو تصاویر بھجوائی ہیں انہوں نے سائنسدانوں کو حیرت میں مبتلا کر دیا ہے۔ خلائی محققین کو یہ اندازہ تو تھا کہ یہ کائنات بہت وسیع ہے لیکن اس قدر وسیع ہے یہ جان کر خود محققین حیران ہیں۔ ناسا کی طرف سے جاری کردہ محض اس ایک تصویر میں ہی بے شمار glexcies کو دیکھا جا سکتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کائنات میں glexcies کی تعداد سائنسدانوں کو پہلے سے موجود تعداد سے دسیوں گنا زیادہ ہے اور تصور کیجیے کہ ہر گلیکسی میں کھرب ہا ستارے اور بے شمار سولر سسٹم ہوتے ہیں۔ مزید حیران کن بات تو یہ ہے کہ یہ ٹیلی سکوپ حال کے علاوہ ماضی کی تصاویر کھینچ سکتی ہے، مثلاً یہ مشاہدہ کر سکتی ہے کہ لاکھوں سال پہلے کائنات کا کون سا حصہ کیسے وجود میں آیا جیسے مثلاً کسی فلم کو ریورس میں دیکھا جا سکتا ہے۔[2]

Photo: NASA/ESA/CSA/STSC

ڈینگی بخار اور مچھر

حال ہی میں سامنے آنے والی ایک تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ ڈینگی بخار میں مبتلا مریض کے خون میں acetophenone نامی کیمیکل کا اخراج ہوتا ہے جو مچھروں کے لیے خاص کشش کا باعث بنتا ہے اور وہ اس کو چوسنے کے لیے مریض کی طرف خاص طور پر راغب ہوتے ہیں اور یوں یہ مچھر بخار کے جراثیم زیادہ تیزی سے ایک شخص سے دوسرے میں منتقل کرتے ہیں۔[3]

Photo:NIAID/FLICKR (CC BY 2.0)

Dementia کا علاج بذریعہ خوراک

سائنس دان یہ بات تو جانتے ہیں کہ dementia یا بھولنے کی بیماری کا تعلق بعض جینز {genes} سے بھی ہے۔ فی الوقت اس بیماری کا مکمل علاج تو ممکن نہیں البتہ بہتر خوراک، ورزش اور صحت مند اندازِ زندگی اختیار کرنے سے اس بیماری سے بچاؤ میں مدد ملتی ہے یا کم از کم اس کی علامات ظاہر ہونے میں ہر ممکن تاخیر کی جا سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں تمباکو نوشی کو ترک کرنا، روزانہ ورزش کرنا، مناسب مقدار میں مچھلی اور پھل استعمال کرنا اور اعتدال میں کافی کے استعمال کو بھی موثر قرار دیا جاتا ہے۔[4]

Phot: CLAUDIA TOTIR/MOMENT/GETTY IMAGES PLUS

1-https://www.bbc.com/news/health-62279436

2-https://www.bbc.com/news/science-environment-62259492

3-https://www.sciencenews.org/article/scent-zika-dengue-infection-mosquito-lure-acetophenone

4-https://www.sciencenews.org/article/diet-food-dementia-alzheimers-disease-research

(تحریر: اے آر بھٹہ)

پاکستان کے سبق آموز حالات

ہمارا وطن پاکستان 1947ء میں ماہ اگست کی چودھویں تاریخ کو معرض وجود میں آیا تھا۔ مسلمانانِ برصغیر کے دلوں میں اس کے لیے بہت سی نیک خواہشات اور توقعات تھیں۔ مگر شومئ قسمت کہ یہ سب کچھ بغض و حسد کی بھینٹ چڑھ گیا اور سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کے نتیجہ میں عدم استحکام کا شکار ہو گیا۔

اِن دنوں ہر روز نئی سے نئی سیاسی قلابازیوں کے پیش نظر بعض دوستوں کی طرف سے آوازیں آنے لگی ہیں کہ پاکستان اور اس کی سیاست سے ہمیں کوئی سروکار نہیں، جس ملک نے ہمیں نکال دیا اس پر بات کرنا گویا وقت ضائع کرنا ہے اور یہ کہ ہمارے بچوں کو بھی اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ زندہ قومیں تو مستقبل پر اپنی توانائی خرچ کرتی ہیں جبکہ ہم ابھی تک بھٹو اور ضیاء میں ہی اٹکے ہوئے ہیں۔

خاکسار کے خیال میں یہ اندازِ فکر درست نہیں۔ یہ ہمارا وطن ہے اور اس کی فلاح و بہبود کے لئے جہاں تک ممکن ہو، ہمیں اپنی صلاحیّتیں بروئے کار لانی چاہئیں اور دعا تو ہر حالت میں کی جا سکتی ہے اور کرنی چاہئے۔ اس کے قیام، استحکام، ترقی اور دفاع میں جماعتِ احمدیہ نے بھرپور حصّہ لیا ہوا ہے یہاں تک کہ جانی اور مالی قربانیاں بھی پیش کی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس ملک میں بعض عناصر کی طرف سے جماعتِ احمدیہ کے ساتھ شروع سے ہی ظالمانہ سلوک روا رکھا گیا اور یہ بھی یاد رہے کہ جب اس ظالمانہ سلوک میں حکومت کھلم کھلا ملوث ہوئی تو پھر سیاسی استحکام بھی عنقا ہو گیا اور یہ ایسی تاریخی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ہمارے وطن کی 74 سالہ تاریخ میں 34 سال تو مارشل لاء رہا اور باقی 40 سالہ جمہوری دور میں 21 وزیراعظم بنے اور گئے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اب تک کوئی بھی وزیراعظم اپنی پانچ سالہ مدّت پوری نہیں کر سکا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس ملک کی تاریخ میں کسی بھی حکومتی سربراہ کا انجام بخیر نہیں ہوا خواہ وہ سربراہ سیاسی تھا یا فوجی آمر۔ ان میں سے اکثر تو برطرف ہوئے، دو قتل، دو قید، دو جلا وطن ہوئے تو ایک کو سزائے موت تک دے دی گئی جبکہ ایک ہوائی حادثے کا شکار ہوا۔ کیا دُنیا میں کہیں اس کی نظیر ملتی ہے؟ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ ان سب سربراہان مملکت کے ادوار میں جماعتِ احمدیہ کے خلاف کسی نہ کسی رنگ میں ظلم وستم کا سلسلہ جاری رہا تو وجہ سمجھ آجانی چاہئے۔

پسِ منظر میں غیبی طاقت

اس بات کا احساس تو غیروں کو بھی ہے کہ ان غیرمعمولی حالات کا تعلّق جماعتِ احمدیہ کے ساتھ کئے جانے والے ظلم سے ہے اور یہ کہ ان حالات کے پس منظر میں کوئی 'غیبی طاقت' کارفرما معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ 1983ء میں جب جنرل ضیاءالحق نے جماعتِ احمدیہ کو 'کینسر' قرار دے کر جماعت کے خلاف سخت کارروائی کا اعلان کیا تھا تو اخبار ''جنگ لاہور۔ 13 دسمبر 1983ء'' میں ایک تبصرہ شائع ہوا تھا۔ اس میں ضیاءالحق کے اِس اعلان پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ماضی میں ہم نے دیکھا ہے کہ جس نے بھی 'قادیانی مسئلہ' چھیڑا اس کا انجام اچھا نہیں ہوا۔ تبصرہ نگار نے ممتاز دولتانہ، (وزیراعلیٰ پنجاب 1953ء)، مغربی پاکستان' کے گورنر امیر محمد خان کے اقتدار سے محروم ہونے کی مثالیں دے کر بھٹو صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

''انہوں نے اپنی محسن جماعت کی گردن پر وار کیا اور نوّے سالہ مسئلہ حل کر ڈالنے کا دعویٰ کیا۔ بھٹو کا خیال تھا کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے بعد انہوں نے پاکستانی عوام کے دل جیت لئے ہیں۔ اور وہ تاحیات وزیر اعظم رہیں گے لیکن ان کا خواب پورا نہ ہوا اور وہ'' نوے سالہ مسئلہ ''حل کرنے کے بعد سزائے موت پا گئے''۔

آخر میں تبصرہ نگار نے ضیاء الحق کے بارے میں تشویش کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:

''ماضی کو سامنے رکھتے ہوئے دل کانپ جاتا ہے کیونکہ ماضی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جنہوں نے بھی 'قادیانی مسئلہ' کو چھیڑا وہ اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ اور اس کے پس پردہ کون سے عوامل یا غیبی طاقت کارفرما ہے یہ پوری قوم کے لئے لمحۂ فکریہ ہے''۔

اور پھر دنیا نے دیکھا کہ کس قدر درست نکلے تبصرہ نگار کے وہ خدشات۔ ضیاء الحق صاحب بھی اس غیبی طاقت کی زَد میں آیا اور اپنے جرنیلوں سمیت ہوائی حادثہ میں ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد بےنظیر دو دفعہ وزیر اعظم بنیں اور نواز شریف تین دفعہ وزیر اعظم بنے اور ہر مرتبہ ان کا جو انجام ہوا وہ پہلوں سے کم عبرتناک نہیں۔ محترمہ بےنظیر قتل ہوئیں اور نواز شریف قید ہوئے اور ابھی تک پاکستان کی یہ سیاسی کشتی گرداب میں پھنسی ہے۔

ماضی کے سبق آموز قصے

موجودہ غیر معمولی سیاسی صورتحال یقیناً قوم کے لئے لمحۂ فکریہ ہے لیکن جماعتِ احمدیہ کے لئے یہ واقعات بہت سبق آموز اور فکر انگیز ہیں۔ یہ ہماری مذہبی تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔ ہم ان واقعات کو یہ کہہ کر نظر انداز نہیں کر سکتے کہ یہ واقعات تو اس ملک کے ہیں جس نے ہمیں نکال دیا۔ ہمارے بچوں کو ان سے دلچسپی نہیں، ہمیں ان پر وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

قرآنِ کریم گزشتہ کئی اقوام کے قصے بیان کرتا ہے۔ یہ قصّے سو دو سو سال پرانے نہیں بلکہ ہزاروں سال پرانے ہیں اور نہیں کہہ سکتے کہ قرآنِ کریم ہمیں ماضی کے قصوں میں اُلجھا کر مستقبل سے غافل کر رہا ہے۔ ماضی کے ان قصّوں کے بارے میں تو ہمیں تاکید کرتا ہے کہ ان واقعات کو بار بار پڑھو اور اِن پر غور و فکر کرو، آخر کیوں؟ اس لئے کہ ماضی کے ان واقعات میں ہمارے لئے رُشد و ہدایت ہے، سبق اور عبرت ہے اور ہمارے ایمان و عرفان میں ترقی کے سامان ہیں۔ ماضی کے ان واقعات کی روشنی میں ہمارا مستقبل تاریک نہیں، روشن ہوتا ہے اور ان واقعات میں پیشگوئیاں بھی ہیں۔

خدائی جماعتوں کے ساتھ جڑے واقعات، مقامات دراصل شعائراللہ ہوتے ہیں۔ ان کو یاد کرنے اور ان مقامات کی زیارت کرنے سے خدا تعالیٰ اور اس کی قدرتوں پر ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ آخر حج، عمرہ اور ان سے متعلقہ مناسک اور قربانیاں سب ماضی کے قصوں سے ہی تو ہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ و حضرت موسیٰؑ کے مقابل پر آنے والے نمرود اور فرعون و ہامان کے واقعات بھی ماضی کی یادوں کو تازہ کرنے کے لئے ہیں۔ انہی کے حوالے سے ہم اپنے مستقبل کے لئے راہِ عمل، قربانی کا جذبہ اور روحانی برکات حاصل کرتے ہیں اور تعلّق باللہ اور توکّل علی اللہ میں اضافہ کرتے ہیں۔

ان میں سے فرعونِ موسیٰؑ کا قرآنِ کریم نے تفصیل سے ذکر فرمایا ہے اور اس کے حالات و واقعات ہمارے زمانہ کے ساتھ بہت حد تک ملتے ہیں۔ اِس جابر حکمران نے بھی حکمنامہ (آرڈیننس) جاری کیا تھا کہ یہ قوم ایک حقیر سی اقلیت ہے۔ اِن کے مذہبی عقائد اور سرگرمیوں سے ہماری دِلآزاری ہوتی ہے اور یہ کہ ان کے خلاف اجماعِ قوم ہے۔ لہٰذا اِس فتنے کو ختم کرنا ہمارا فرض ہے، جس کے لئے انہیں ان کے اموال اور 'ذرائع معاش' (کلیدی اسامیوں) سے محروم کیا جاتا ہے۔

بنی اسرائیل پر اِس جابر حکمران کے ظلم و ستم کی یہ کہانی، قرآنِ کریم میں کیوں بیان کی گئی ہے، یہ آج ہم سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ پاکستان میں جماعتِ احمدیہ کے ساتھ روا ظالمانہ سلوک کا دَراصل یہ پورا نقشہ ہے، وہی شکایات اور الزامات ہیں، وہی ظلم و ستم ہے، ویسا ہی جابر حکمران ہے اور علماء و مشائخ سے خفیہ مشاورت کے بعد ویسا ہی اس کا حکمنامہ اور جبر و تشدّد ہے۔ اُسی طرح ان کے امام اور افرادِ جماعت کو ہجرت کرنی پڑی۔

بڑی آرزو تھی ہم کو

میں یہ کس کے نام لکھوں جو اَلم گزر رہے ہیں
مرے شہر جل رہے ہیں مرے لوگ مر رہے ہیں
کوئی غنچہ ہو کہ گل ہو کوئی شاخ ہو شجر ہو
وہ ہوائے گلستاں ہے کہ سبھی بکھر رہے ہیں
کبھی رحمتیں تھیں نازل اسی خطۂ زمیں پر
وہی خطۂ زمیں ہے کہ عذاب اُتر رہے ہیں
وہی طائروں کے جھرمٹ جو ہوا میں جھولتے تھے
وہ فضا کو دیکھتے ہیں تو اب آہ بھر رہے ہیں
بڑی آرزو تھی ہم کو نئے خواب دیکھنے کی
سو اب اپنی زندگی میں نئے خواب بھر رہے ہیں
کوئی اور تو نہیں ہے پسِ خنجر آزمائی
ہمیں قتل ہو رہے ہیں ہمیں قتل کر رہے ہیں

(مکرم عبیداللہ علیم صاحب مرحوم)

ہم دیکھتے ہیں کہ جب اِس زمانہ میں جابر حکمران نے 'اقلیت' کے امام پر ہاتھ ڈالنے کا منصوبہ بنایا تو خدا تعالیٰ نے اِس 'موسیٰ' کو بھی سات سمندر پار پہنچا دیا اور 'فرعونِ زمانہ' کو اس کے جرنیلوں اور محافظوں سمیت دریا کے کنارے ہلاک کر کے ان کی خاک اُڑا کر رکھ دی۔ اسلامی روایات میں ہے کہ جس دن فرعون مصر (اپنے جرنیلوں اور محافظوں کے ساتھ) تباہ ہوا وہ بدھ کا دن تھا۔ اور محرم کا مہینہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا تھا کہ میری اُمّت کے دورِ آخرین میں یہ واقعہ دُہرایا جائے گا۔

(ترمذی۔ باب الصوم فی المحرم۔ حدیث نمبر 672۔ الدرالمنثور۔ جلد 6۔ صفحہ 135۔ بحوالہ 'خطبات طاہر' خطبہ جمعہ 30 ستمبر۔ 1988)

باقی صفحہ 48 پر

مکرم چودھری منور احمد خالد صاحب

(مکرم لقمان احمد صاحب، وقفِ زندگی ایم ٹی اے افریقہ)

خاکسار کے دادا جان مکرم چودھری منور احمد خالد صاحب مؤرخہ 20 اگست 2020ء کو بعمر 84 سال بقضائے الٰہی وفات پاگئے، اناللہ واناالیہ راجعون۔

مرحوم 1936ء میں کوٹ احمدیاں ضلع بدین میں پیدا ہوئے، اصحاب احمد میں کوٹ احمدیاں کے بارہ میں لکھا ہے کہ چودھری غلام حیدر صاحبؓ (میرے پڑدادا جان) نے قادیان سے چند میل کے فاصلہ پر واقع تلونڈی جھنگلاں سے ہجرت کرکے ضلع حیدرآباد سندھ میں ایک گاؤں کوٹ احمدیاں آباد کیا۔ چودھری غلام حیدر صاحب نے اپنے والد محترم چودھری مولا بخش صاحبؓ کے ساتھ حضرت مولوی رحیم بخش صاحبؓ مرحوم کے ذریعہ احمدیت قبول کی تھی۔

1955ء میں ابتدائی تعلیم ربوہ سے حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصہ ملازمت کی اور پھر 1966ء میں زندگی وقف کرکے خدمات سلسلہ کے لیے پیش کیا جب آپ کو interview پر بلایا گیا تو اس وقت بورڈ میں حضرت میر داؤد احمد صاحب بھی موجود تھے، میر صاحب نے دادا جان سے سوال کیا ''آپ اندھیرے سے ڈرتے تو نہیں؟'' دادا جان نے خوبصورت انداز میں جواب دیا، ''میرا تو نام ہی منور ہے'' جس پر حضرت میر صاحب بہت محظوظ ہوئے اور تحریکِ جدید کی زمینوں پر سندھ بھجوانے کی سفارش کر دی جہاں آپ نے 23 سال خدمت کی توفیق پائی۔

اس عرصہ میں آپ کو مینیجر زرعی فارمز ہونے کے ساتھ ساتھ بطور قائد ضلع تھرپارکر، قائد علاقہ و قائد ضلع حیدرآباد امیر جماعت بشیرآباد کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ 1974ء میں جب حکومت نے زرعی اصلاحات کے تحت زمینیں چھین لیں تو انہیں ربوہ بلا لیا گیا۔ جہاں 6 سال دفاتر میں کام کیا۔ اس دوران نائب معتمد اور مہتمم وقارِعمل خدام الاحمدیہ مرکزیہ پھر قائد ایثار مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے ساتھ پانچ سال جلسہ سالانہ کے ناظم سپلائی بھی رہے، 1980ء میں واپس سندھ بھجوادیا گیا اور 1988ء میں پینشن کے بعد جرمنی آگئے اور تاحیات کوبلنس (Koblenz) میں مقیم رہے۔

آپ جرمنی میں رشین ڈیسک کے سیکرٹری رہے۔

1991ء میں روسی نشست سے خطاب فرمانے جب خلیفۃ المسیح الرابعؒ کوبلنس تشریف لائے تو ازراہِ شفقت دادا جان کے گھر بھی تشریف لائے۔ دادا جان کے گھر جب بھی ہم جاتے تو بڑی محبّت سے ہم سب کو اس بارہ میں بتاتے اور آخری دَم تک آپ اسی گھر میں مقیم رہے۔

خلافت احمدیہ سے بے انتہا محبّت تھی اور اپنی آخری نصیحتوں میں بھی یہی کہا کہ خلافت سے ہمیشہ جڑے رہنا۔

آپ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو گھوڑوں سے بہت محبّت تھی، حضور کے ساتھ محبّت کی وجہ سے ہمیں بھی گھوڑوں سے بے پناہ محبّت ہوگئی۔ اس شوق کو دیکھتے ہوئے حضورؒ نے اپنا ایک گھوڑا سندھ بھجوایا اور اس کی حفاظت اور نگہداشت کی ذمہ داری مجھ پر عائد فرمائی اور بار بار گھوڑے کی خوراک اور نگہداشت کے بارہ میں ہدایات مجھے بھجواتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ذمہ داری کو اپنی توفیق کے مطابق نبھایا۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی جاری فرمودہ تحریک گھڑسواری کی تعمیل میں مارچ 1973ء میں تھرپارکر سندھ سے گھوڑ سواروں کے ایک وفد کی قیادت کرتے ہوئے مرکز سلسلہ احمدیہ ربوہ آئے اور اس طرح سات صد میل کا طویل سفر گھوڑوں پر طے کیا۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے نہایت شفقت کا اظہار فرمایا اور ازراہِ نوازش ڈیڑھ گھنٹہ اپنے غلاموں کے ہمراہ رہے، اپنے گھوڑے دکھائے اور قیمتی ہدایات سے نوازا اسی ملاقات میں حضور نے یہ بھی فرمایا کہ:

''مجھے دس ہزار سائیکلسٹ چاہئیں جن کی اتنی پریکٹس ہونی چاہئے کہ جب بھی بلایا جائے وہ چھ دن میں ربوہ پہنچ جاویں''

اپنے آقا کے اسی ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے اجتماع 1973ء کے موقع پر تھرپارکر سے ربوہ تک سائیکلوں پر سفر کیا۔

میرے دادا جان دین و دنیا کا وسیع علم رکھتے تھے۔ قرآنِ کریم کی آیات کی تفسیر، حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے احمدیت کی کتابوں کے حوالے اور اردو، فارسی اشعار آپ کو اَزبر تھے۔ مضامین لکھنے کا شوق ہمیشہ سے

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ 1973ء کے موقع پر مکرم منور احمد خالد صاحب قائد ضلع تھرپارکر، اضلاع کی حسنِ کارکردگی میں سوم آنے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے سند امتیاز حاصل کرتے ہوئے

ہی تھا۔ بیسیوں مضامین مختلف اخبارات اور رسائل میں لکھے جو کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ ہمیں بھی مضامین لکھنے سکھائے اور مضامین لکھنے کی ترغیب دی اور ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی۔

بچپن میں نماز سینٹر ہمارے اور دادا جان کے گھر سے پندرہ منٹ کے پیدل فاصلہ پر تھا، مجھے ہر روز اپنے ساتھ لے جاتے اور راستے میں دعائیں، سورتیں اور ان کے معنے سکھاتے جاتے۔ جب مَیں نے دادا جان کو بتایا کہ حضور انور نے میرا وقف قبول کرلیا ہے اور MTA میں Duty لگائی ہے تو بہت خوشی کا اظہار کیا اور اکثر جب بھی فون پر بات ہوتی تو کہا کرتے تھے کہ میرے اصل وارث تو تم ہی ہو صرف اس لیے کہ تم نے اپنے آپ کو جماعت اور خلیفہ وقت کے لیے وقف کیا ہے، ایک بار میں نے وقف کے بارہ میں کوئی نصیحت کرنے کو کہا تو کہنے لگے کہ تم نے وقف کیا ہے تو یہ سمجھو کہ تم نے اپنا سر چکی میں رکھ دیا ہے۔ اور جب سر دے دیا ہے تو پھر کیا پرواہ کہ کتنی بار پیسے جاؤ۔

دادا جان میں تبلیغ کا ایک غیر معمولی جذبہ بھی پایا جاتا تھا، اور یہی تڑپ انہیں یورپ کے کئی ملکوں میں لے گئی۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں سات آٹھ سال کا تھا تب دادا جان خاندان کے سب بچوں کے ساتھ leafletting کا کام کیا کرتے تھے۔ اور اس طرح ہم سب کے اندر بھی تبلیغ کا ایک جذبہ پیدا کردیا

آپ کو بوزنیا، کوسوو، البانیا، ہنگری، سلووینیا، مالٹا، چیکوسلواکیہ، مالدووا، ہنگری میں جماعت کا پیغام پہنچانے کی توفیق ملی، اور روسی بلاک کے پانچ ممالک میں احمدیت کا پودا لگانے کی توفیق ملی ان دورہ جات میں ممبرز آف پارلیمینٹ اور دیگر افراد کو جماعت کا پیغام پہنچایا۔ اسی جوش اور جذبے کو دیکھتے ہوئے امیر صاحب جرمنی نے دادا جان کا ان الفاظ میں تعارف کرایا تھا۔

He is the Champion of Tabligh in Germany

دادا جان اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ یہ سن کر انہوں نے سوچا کہ اس میں ان کی تو کوئی بڑائی نہیں، یہ تو دراصل اس پیغام کی عظمت ہے جسے لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے اور جس کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا، چنانچہ اسی یقین کے ساتھ کہ یہ پیغام اللہ تعالیٰ خود دلوں میں اتارے گا میں بستی بستی قریہ قریہ یہ روشنی لے کر گھوما اور اپنی آنکھوں سے اس الہام کو پورا ہوتے دیکھا کہ:

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ 23/02/90 میں دادا جان کی تبلیغی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

”جرمنی سے بعض احمدی نوجوانوں کو توفیق مل رہی ہے۔ وہ مجھے خط لکھتے رہتے ہیں اور پتا چلتا ہے۔ مثلاً ہمارے سندھ کے ایک دوست منور خالد صاحب وہاں جرمن زبان بھی سیکھ رہے ہیں اور ساتھ روسی زبان بھی سیکھتے ہیں یا روسیوں سے تعلقات بہر حال ضرور ہیں۔ زبان کا مجھے یاد نہیں رہا کہ انہوں نے ذکر کیا تھا کہ نہیں مگر ان کی دعوت وغیرہ کرتے رہتے ہیں۔ ان سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ پھر دونوں اپنی جتنی بھی جرمن ان کو آتی ہے اس میں مذہبی تبادلۂ خیالات کرتے ہیں اور ان کی رپورٹوں سے پتا چلتا ہے کہ بہت تیزی کے ساتھ اور بڑی گہری دلچسپی لی جارہی ہے اور جہاں جہاں بھی احمدیت کا پیغام پہنچتا ہے وہاں مشرقی یورپ کی قومیں فوراً متوجّہ ہوتی ہیں اور جب ان کو فرق معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا آرتھوڈوکس(ORTHODOX) اسلام سے یعنی وہ اسلام جو ازمنۂ وُسطیٰ سے تعلق رکھتا ہے، کیا فرق ہے تو ان کی دلچسپی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ تو جرمنی میں تو رابطے ہو رہے ہیں“۔

(خطبات طاہر جلد 9 صفحہ 121 خطبہ جمعہ 23 فروری 1990ء)

آپ کی وفات پر آپ کے رشتہ داروں کے علاوہ بہت سے لوگوں نے رنج و غم اور افسوس کا اظہار کیا اور آپ کے اخلاص اور خدمات کو سراہا۔ مکرم چودھری حمید اللہ صاحب مرحوم نے اپنے خط میں تحریر کیا:

”موصوف سلسلہ کے دیرینہ خادم تھے۔ خدمتِ دین کے جذبہ کے ساتھ بڑی محنت اور توجّہ سے کام کرنے والے تھے۔ سلسلہ کے کاموں کا مالی بوجھ بھی خود برداشت کر لیتے تھے۔

خاکسار، مرحوم کو خدام الاحمدیہ کے زمانہ سے جانتا ہے خلافتِ ثالثہ کے دَور میں گھڑسواری اور سائیکل سفر کرکے ربوہ آنے کی تحریک پر لمبا سفر طے کرکے افرادِ جماعت کے ساتھ مرکز سلسلہ حاضر ہوئے“۔

سلسلہ کے ایک اور معروف مربی سلسلہ مکرم مغفور احمد منیب صاحب جو دادا جان کے بھانجے ہیں، لکھتے ہیں: وقفِ زندگی کے بعد پنشنر ہونے تک سندھ میں تحریک جدید کی اسٹیٹس نور نگر، محمد آباد، کریم نگر اور بشیر

آباد کے مینیجر رہے۔ بعد ازاں مرکز میں وکالتِ زراعت، وکالت دیوان کے دفاتر میں کام کیا۔ 1971ء تا 1973ء قائد ضلع تھرپارکر رہے۔ پہلے سال ضلع تھرپارکر سوم اور اگلے سال دوم رہا۔ خلافت ثالثہ میں گھڑسواری اور سائیکلنگ کو خدام میں فروغ دیا۔ 1973ء میں گھڑسواروں کے ایک وفد کی قیادت کرتے ہوئے گیارہ سو کلومیٹر کا سفر طے کرکے مرکز پہنچے۔ اتنا ہی سفر کرکے سائیکل سوار خدام کے قافلہ کو لے کر اجتماع پر آئے۔ مجالس میں کبڈی کے کھیل کو فروغ دیا۔ بطور امیر جماعت بشیر آباد سندھ خدمت کی توفیق پائی۔ 1974ء کے حالات کا دلیری سے مقابلہ کیا۔ 1975ء میں نائب معتمد مرکزیہ رہے۔ 1976ء میں مہتمم وقارِ عمل مقرر کئے گئے، جلسہ سالانہ ربوہ میں لمبا عرصہ ناظم سپلائی کے طور پر خدمت کا موقع ملا۔ مرکز میں مکانات تعمیر کرنے کا شوق تھا، خلافت سے گہری محبّت تھی، چار خلفا کے بابرکت دَور آپ نے دیکھے۔ چودھری صاحب کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہاتھ پر پہلے ہی روز بیعت کرنے کی توفیق ملی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دَور کو دینی فتوحات کا دور قرار دیتے تھے۔ خلافت کی طرف سے جو بھی تحریک آتی، سب سے پہلے اپنے خاندان، پھر دوستوں اور پھر دیگر خدام میں رائج کرنے کے لیے کمربستہ ہوجاتے۔ اس کے لیے اپنی جیب سے خرچ کرتے۔ خلافت کے خلاف اُٹھنے والے ہر فتنہ کا فوری اور سختی سے نوٹس لیتے اور ہمیں اس سے الگ رہنے کی نصیحت کرتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جرمنی میں تشریف آوری کے موقع پر آپ کی درخواست پر آپ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس پر اللہ کا بے حد شکر بجالائے اور خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد جرمنی چلے گئے تھے۔ 1984ء کے بعد ملکی حالات سے پریشان عزیزوں کی جرمنی پہنچنے میں راہنمائی کی۔ تبلیغ کی مہم میں شامل ہونے کے لیے جرمن اور رشین زبانیں سیکھیں۔ دیگر ممالک میں وقفِ عارضی بھی کی۔ اپنی اہلیہ کے تعاون سے بیعتیں بھی حاصل کیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے تبلیغ کے ضمن میں خطبہ جمعہ 23 فروری 1990ء میں آپ کا ذکر فرمایا۔ 1997ء میں بڑی محنت سے جماعتی اسٹیٹس کے کارکنان کے نام اور اپنے خاندان کے شجرہ ہائے نسب اور دیگر کوائف جمع کرکے ''تانے بانے'' نامی کتاب میں محفوظ کیا۔ اردو میں ادبی مضامین بھی لکھنے کا شوق تھا۔ مرحوم نے اہلیہ کے علاوہ پانچ بیٹے، چھ بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ 17 اگست کو مختلف عزیزوں سے فون پر بات کی۔ ایک نظم سنائی کہ میرے بعد رونامت اور مجھے کہا کہ مَیں دو دن بعد تمہاری نگری ربوہ آرہا ہوں۔ آخر وقت تک ذہن حاضر تھا۔ ہمدردی مہمان نوازی اور انفاق فی سبیل اللہ کے اوصاف سے مزین تھے۔ ہر دلعزیز تھے اور دوستوں کی محفل کی جان تھے۔

مرحوم کے ایک اور بھانجے مکرم منصور احمد جاوید چٹھہ صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ فرانس لکھتے ہیں:

''حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دَور خلافت میں ان کو مرکزی منظوری کے تحت ایک وفد کے ساتھ جرمنی سے ہنگری بھجوایا گیا، جہاں انہوں نے اپنے دس دن کے قیام کے دوران دس بیعتیں کروائیں اور اس طرح ہنگری میں جماعت قائم ہوئی، الحمدللہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مرحوم کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگلا جنازہ چودھری منور احمد خالد صاحب جرمنی کا ہے جو 20 اگست کو 85 سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

مرحوم کا نظامِ جماعت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ تبلیغی اور تربیتی مساعی میں بھرپور حصہ لیتے تھے اور جرمنی میں مختلف وقتوں میں بطور صدر اور جنرل سیکرٹری خدمت کی توفیق پائی۔ انصار اللہ کی بھی مختلف عہدوں میں خدمت کی توفیق پائی۔ اس کے علاوہ جب یہ پاکستان تھے تو وہاں تحریکِ جدید کی زمینوں پر بطور مینیجر بھی ان کو کام کرنے کی توفیق ملی۔ خلافت سے گہرا اخلاص کا تعلق تھا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں شامل ہیں''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے متعدد مواقع پر مختلف انداز میں اپنے اسلاف کی یادوں، قربانیوں اور خوبیوں کو یاد رکھنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ ایک خطبہ میں تو ہر فرد جماعت کو تو گویا ایک فرض کے طور پر تاکیداً ہدایت فرمائی:

''حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کی زندگی کے حالات جو مَیں آج کل رجسٹر سے پڑھ رہا ہوں حیرت ہوتی ہے ان کو دیکھ کر کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشاقِ دین کے کاموں میں مصروف ہوا کرتے تھے اور کس طرح پیچھے ان کے کام خدا خود بخود چلاتا رہتا تھا۔ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کس طرح ان کے کام ہوجائیں گے لیکن جب گھروں میں لَوٹتے تھے تو جو فکریں پیچھے چھوڑ کے گئے تھے ان کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا دنیا میں۔ یہ بکثرت ہوا ہے اس کثرت سے کہ شاید ہی آج کوئی احمدی خاندان ہو جس کے آباؤاجداد کی زندگی میں یہ سبق نہ مل گیا ہو۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے بہت سے افراد یعنی جماعت احمدیہ کے بہت سے خاندان اپنے آباؤاجداد کے حالات ہی بھول بیٹھے ہیں یا بھلا بیٹھے ہیں اور اگر وہ ان کی طرف توجہ کریں تو مجھے یقین ہے کہ جماعت میں اخلاص کی ایک نئی لہر دوڑ پڑے گی۔ اس لئے میرا یہ خیال ہے کہ جب میں سارے رجسٹر مکمل طور پر پڑھ لوں گا اور اب میرے دو تین صرف باقی رَہ گئے ہیں...... تو جب سب پڑھ لوں گا تو اس کو جماعت وار یا خاندان وار تقسیم کروں گا۔ خاندان وار کرنا چاہئے اور پھر ان خاندانوں کے حالات کے متعلق ان کے جو لوگ بڑے ہیں ان سے رابطہ کروں گا، ان کو بتاؤں گا کہ یہ تمہاری باتیں ہیں، تمہارے آباؤاجداد ایسے تھے۔ یہ یہ قربانیاں کی تھیں آج جو تم پھل کھا رہے ہو یہ انہی کی محنتوں کا پھل کھا رہے ہو اور پھر وہ ذمہ دار ہوجائیں اپنی اپنی کمیٹیاں بنا کر، اپنے خاندان والوں کو جہاں کہیں بھی وہ دنیا میں پھیلے ہوں ان سب کو وہ اپنی خاندانی روایات بتائیں اور ان کے دل میں نیکی کے کچوکے دیں شاید پرانے ذکر سے کوئی رَگ تازہ ہوجائے اور دل میں دوبارہ خدمتِ دین کی لگن لگ جائے''۔

(خطبہ جمعہ 26 مارچ 1999ء الفضل انٹرنیشنل، 14 مئی 1999ء)

(منور علی شاہد)

ملکی و عالمی خبریں

ہزاروں سال سے برف میں محفوظ ہاتھی کی لاش

کینیڈا میں ہزاروں سال سے برف میں دفن اس ہاتھی کے بچے کی دریافت ایک کان کن نے کی۔ ایک خبر رساں ایجنسی کے مطابق وولی میمتھ (ہاتھیوں کی قدیم ترین نسل) کے بچے کی برف میں دبی یہ محفوظ لاش 35 ہزار سال سے بھی زیادہ پرانی ہے۔ برفانی عہد کے جانوروں میں سے یہ اب تک کی سب سے اچھی حالت میں دریافت شدہ لاش ہے۔ یہاں تک کہ اس وولی میمتھ کی کھال اور بال ابھی تک موجود ہیں۔

جی سیون ممالک کا سربراہی اجلاس

دنیا کی بڑی سات معاشی طاقتوں اور امیر ترین جمہوری ممالک کے سربراہان کا تین روزہ اجلاس 28 جون کو باویریا ریاست کے ایلپس کے مقام پر منعقد ہوا جس میں میزبان جرمنی کے علاوہ کینیڈا، امریکہ، اٹلی، جاپان، فرانس اور برطانیہ نے شرکت کی، ان کے علاوہ یورپین کمیشن کی سربراہ اور یورپی کونسل کے سربراہ نے بھی تین روزہ اجلاس میں شرکت کی۔ کانفرنس کے ایجنڈے میں روس یوکرین جنگ، موسمیاتی تبدیلیاں، غربت، بھوک، توانائی اور خوراک کے بحران ایسے اہم مسائل زیر غور آئے۔ کم آمدنی والے ممالک کے لئے ماحولیات سے متعلق انفراسٹرکچر کی مدد سے چھ سو ارب ڈالر مدد کا اعلان کیا گیا۔ اجلاس میں یوکرین اور عوام کے ساتھ مکمل اظہار یکجہتی کیا گیا، روس پر پابندیوں کا پیکج منظور کیا گیا۔ ممبر ممالک کے علاوہ مبصر کے طور پر شامل ہونے والے ممالک میں بھارت، ارجنٹائن، سینیگال، انڈونیشیا اور جنوبی افریقہ شامل تھے۔

جڑواں بہنوں کا ایک پاسپورٹ پر متعدد بار سفر

چین میں دو جڑواں بہنوں نے ایک دوسرے کے پاسپورٹ پر درجنوں بار سفر کر کے امیگریشن حکام کو حیران پریشان کر دیا۔ ان بہنوں نے تیس سے زائد بار ایک دوسرے کے پاسپورٹ پر بیرون ممالک کا دورہ کیا جس کے بعد ہی ان کا پکڑنا ممکن ہو سکا۔ چین کے شہر ہربن سے تعلق رکھنے والی زوہو سسٹرز کو پولیس نے اب گرفتار کر لیا ہے اور پوچھ گچھ جاری ہے، جن جن ممالک کا ان جڑواں بہنوں نے سفر کیا ان میں چین، جاپان روس، تھائی لینڈ وغیرہ شامل ہیں۔

جرمنی کی یوکرین کو مدد دینے میں سبقت

جرمنی کے چانسلر اولاف شولس نے کہا ہے کہ ہمارا ملک یوکرائن کی سب سے زیادہ مدد کرنے والے ممالک میں شامل ہے اور یہ مدد روس کے ساتھ جنگ کے دوران مالی اور جنگی مدد ہے۔ انہوں نے یہ بات ایک امریکی نشریاتی ادارے کو انٹرویو میں کہی۔ انہوں نے مزید کہا کہ جرمنی یوکرینی فوج کو ان ہتھیاروں کے استعمال کی تربیت بھی دے رہا ہے اور یہ جنگی ہتھیار جدید ترین ٹیکنالوجی سے آراستہ ہیں۔

مصر کو نہر سویز سے سات بلین ڈالر کی آمدن

مصر کو 22-2021ء میں نہر سویز سے آمدنی کی مدّ میں سات بلین سے زائد ڈالر کی ریکارڈ رقم حاصل ہوئی ہے۔ یہ سالانہ آمدنی گزشتہ سال کی آمدنی سے اکیس فیصد زیادہ ہے۔ سویز کینال اتھارٹی کے سربراہ نے میڈیا کو اس کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ تیس جون کو ختم ہونے والے مالی سال میں حاصل ہونے والی یہ ریکارڈ آمدنی ایک خوش کن پیش رفت ہے۔ سویز کینال مصر کے اہم ترین قومی ذرائع میں سے ایک ہے اور یہ آبی راستہ یورپ اور ایشیا کے مابین بحری مال برداری کے لئے مختصر ترین اور تیز ترین راستہ ہے۔

یوگنڈا میں کھربوں ڈالرز مالیت کے ذخائر دریافت

یوگنڈا کی حکومت کے دعویٰ کے مطابق انہوں نے 12 کھرب 80 ارب ڈالر مالیت کے 31 ملین

میٹرک ٹن سونے کے ذخائر دریافت کئے ہیں۔ یوگنڈا کی وزارت توانائی ومعدنیات کے ترجمان کے مطابق حکومت کی جانب سے کروائے گئے مختلف سرنگوں میں یہ ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ عالمی خبروں کے مطابق یوگنڈا کی حکومت نے اس پر مزید کام کرنے کے لئے چین کی ایک فرم ویگا گئی گولڈ مائننگ کمپنی کو لائسنس دینے کی اجازت دی ہے۔

طویل العمر بندر کی ساٹھویں سالگرہ

اسپائیڈر نامی بندروں کی عمر عمومی طور پر چالیس سال تک ہوتی ہے لیکن امریکہ کے ایک چڑیا گھر میں ایلوس نامی اسپائیڈر بندر نے اپنی 60ویں سالگرہ منا کر دنیا کا سب سے بوڑھا بندر ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ عالمی ذرائع ابلاغ کی خبروں کے مطابق یہ بندر 1973ء میں امریکی ریاست ایڈاہو کے چڑیا گھر میں لایا گیا تھا۔

عنقریب سب سے زیادہ آبادی والا ملک بھارت

اقوام متحدہ نے اپنی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ بھارت آبادی میں اگلے سال چین کو پیچھے چھوڑ کر دنیا کی سب سے بڑی آبادی والا ملک بن جائے گا۔ 11 جولائی کو جاری ہونے والی اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت بھارت اور چین کے مابین موجودہ آبادی کا فرق بہت زیادہ نہیں ہے۔ رپورٹ کے مطابق 2022ء میں بھارت کی آبادی ایک ارب 4 کروڑ ہے وہیں چین کی آبادی ایک ارب 42 کروڑ 60 لاکھ کے قریب ہے اس سال نومبر تک پوری دنیا کی آبادی 8 ارب تک پہنچ جائے گی۔

دنیا کی سب سے بڑی واٹر لیلی دریافت

177 سال سے چھپی یہ دنیا کی سب سے بڑی Water lily (یعنی پانی میں تیرنے والے پودے) کی دریافت ہوئی ہے جس کے پتے 10 فٹ چوڑے ہیں۔ بی بی سی اردو کی خبر کے مطابق یہ واٹر لیلی انگلستان میں کیو(Kew) کے مقام پر واقع مشہور نباتاتی باغ رائل بوٹینیکل گارڈنز کے مختلف تالابوں میں پائی گئی۔ اس کی جڑیں باغ میں اتنی دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھیں کہ عملے کے افراد اس پودے کو کوئی نئی قسم سمجھتے رہے لیکن اب ایک طویل سائنسی جائزے کے بعد اس کی شناخت مکمل ہوئی ہے۔

دنیا کی 10 فیصد آبادی بھوک سے شدید متاثر

2019ء کے بعد سے دنیا میں بھوک سے متاثرہ افراد کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے اور خوراک کی کمی کا شکار افراد کی تعداد 13 کروڑ 50 لاکھ سے بڑھ کر ساڑھے 34 کروڑ تک پہنچ گئی ہے جبکہ 80 ممالک کے 50 کروڑ افراد خشک سالی کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے ورلڈ فوڈ پروگرام(ڈبلیوای پی) کی جاری کردہ رپورٹ میں یہ اعداد وشمار بتائے گئے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق کورونا وبا کے بعد دنیا میں خوراک کی قلت کے شکار افراد کی تعداد میں 15 کروڑ افراد کا اضافہ ہوا ہے۔

پُر اسرار مخلوق کے نشانات دریافت

امریکہ میں ایک ہائیکر کو جنگل میں پیدل سفر کے دوران ایک ایسے پُراسرار جانور کے قدموں کے نشان ملے ہیں جس نے دیکھنے والے کو حواس باختہ کر دیا۔ غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے مطابق ہائیکر کو ملنے والے نقوش 17 انچ لمبے اور 1 فٹ چوڑے ہیں۔

نائب وزیر اعظم کی پُرتعیش کشتی

متحدہ عرب امارات کے نائب وزیر اعظم اور انگلش فٹ بال کلب مانچسٹر سٹی کے مالک شیخ منصور بن زید النہیان نے 600 ملین ڈالر مالیت کی ایک نئی پُرتعیش کشتی خریدی ہے۔ عالمی ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والی خبروں کے مطابق شیخ منصور بن زید نے دنیا کی مہنگی ترین کشتیوں میں ایک بلیو نامی کشتی خریدی ہے جس کی لمبائی 160 فٹ ہے اور اس میں 48 افراد کے رہنے کی گنجائش ہے۔ لگژری کشتی میں سوئمنگ پول، جم، مساج روم، ریستوران، دو ہیلی پیڈز سمیت دیگر سہولیات موجود ہیں۔ کمپنی کے ذرائع کے مطابق کشتی کا فیول ٹینک پانچ لاکھ ڈالر میں بھرتا ہے۔ اس کی دیکھ بھال اور استعمال پر بھی ہر سال مجموعی قیمت کا دس فیصد خرچ آئے گا۔

دنیا کے طاقتور اور کمزور ترین پاسپورٹ

ہینلے (Henley) پاسپورٹ انڈیکس کی تازہ ترین رپورٹ 2022ء جاری کردی گئی ہے جس میں دنیا کے کمزور اور طاقتور ترین پاسپورٹس کی تفصیلات بتائی گئی ہیں۔ رپورٹ کے مطابق پہلے طاقتور ترین پاسپورٹس کا تعلق ایشیائی ممالک سے ہے۔ جاپان کا پاسپورٹ دنیا کا طاقتور جبکہ افغانستان کا کمزور ترین ہے۔ پاکستان کا فہرست میں 109واں نمبر ہے اس کے بعد آخری ممالک شام، عراق اور افغانستان ہیں۔ طاقتور ترین پاسپورٹ رکھنے والے ممالک میں جاپان سرفہرست ہے اور پہلی پوزیشن کے لئے سنگاپور کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ جاپان نے یہ پوزیشن تنہا حاصل کی ہے اور اس کے پاسپورٹ پر دنیا کے 191 ممالک کا بغیر ویزے کے سفر کیا جاسکتا ہے، جبکہ سنگاپور کے پاسپورٹ پر 190 ممالک کی یہ سہولت میسر ہے۔ دوسرے نمبر پر مشترکہ طور پر سنگاپور اور جنوبی کوریا ہیں جن کا تعلق ایشیا سے ہے۔ جرمنی، سپین مشترکہ طور پر تیسری پوزیشن لینے میں کامیاب رہے ہیں، بھارت کا اس فہرست میں 87واں نمبر ہے۔

سب سے بڑی ڈرون سپر ہائی وے کی تعمیر

برطانوی حکومت نے ڈرونز کے لئے 165 میل طویل سپر ہائی وے نیٹ ورک کو تیار کرنے کے ایک منصوبے کی منظوری دی ہے۔ یہ دنیا کی سب سے طویل آٹو میٹڈ ڈرون سپر ہائی وے ہوگی جسے اسکائی وے کا نام دیا گیا ہے۔ ریڈنگ، آکسفورڈ، ملٹن کینیز، کیمبرج، کونٹیری اور رگبی کے درمیان پھیلی یہ سپر ہائی وے 2024 کے وسط تک مکمل کی جائے گی اور اس پر ایک کروڑ 20 لاکھ برطانوی پونڈ خرچ آئے گا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا

اعلانات وفات ودعائے مغفرت

مکرم عبدالباسط بھٹی صاحب

خاکسار کے ابّا جان مکرم عبدالباسط بھٹی صاحب ابن مکرم عبدالعزیز بھٹی صاحب مؤرخہ 11 جولائی 2022ء کو بعمر 70سال وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ چار کوٹ کشمیر کے بھٹی راجپوٹ خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم 1946ء میں ہجرت کر کے سندھ منتقل ہو گئے۔ خاندان میں حضرت قاضی محمد اکبر صاحب کو داماد اور بیٹوں سمیت حضرت مسیح موعودؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

مرحوم کو دو مرتبہ میر پور خاص سندھ کے قائد مجلس خدام الاحمدیہ اور 1974ء میں مکرم عبدالرحمٰن صدیقی صاحب امیر جماعت کی عاملہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ 1974ء کے کٹھن حالات میں جماعتی ڈاک مرکز لے جاتے رہے۔ اسی خدمت کے سلسلہ میں ایک بار مرکز گئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کی سعادت پانے کے بعد باہر نکلے تو پرائیوٹ سیکرٹری صاحب نے حضورؒ کی گوجرانوالہ جماعت کے بارہ میں فکر کا اظہار کیا۔ آپ گوجرانوالہ چلے گئے اور وہاں کے حالات کے بارہ میں مرکز کو اطلاع دی۔ کام کے سلسلہ میں کراچی منتقل ہوئے تو وہاں بھی مختلف جماعتی خدمات کی توفیق پاتے رہے۔

آپ 1990ء میں کراچی سے ہجرت کر کے جرمنی آ کر ویز بادن میں مقیم ہوئے اور سیکرٹری امورِ عامہ، سیکرٹری ضیافت، سیکرٹری وقفِ نَو، سیکرٹری تربیت، ایڈیشنل سیکرٹری مال اور زعیم اعلیٰ مجلس انصاراللہ ویزبادن جبکہ مرکزی سطح پر ایڈیشنل جنرل سیکرٹری اور قائد تجنید مجلس انصاراللہ جرمنی خدمت کی توفیق پائی۔

آپ کی نماز جنازہ مؤرخہ 16 جولائی 2022ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نماز ظہر مسجد مبارک برطانیہ کے پہلو میں پڑھائی اور اسی روز مقبرہ موصیان نزد اسلام آباد ٹلفورڈ میں تدفین ہوئی۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی اہلیہ مکرم عبدالقدوس عارف صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ ہیں۔ (عبدالواسع بھٹی، سوئٹزرلینڈ)

مکرم محمد اصغر صاحب

ہمارے ابا جان مکرم محمد اصغر صاحب ابن مکرم عبدالرحمٰن صاحب مؤرخہ 6 جولائی 2022ء بعمر 69 سال وفات پا گئے، اناللہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند اور بااخلاق انسان تھے۔ آپ کو اسیرِ راہ مولیٰ رہنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ خاندان میں احمدیت آپ کے دادا کے ذریعہ آئی۔

مرحوم کی نماز جنازہ 9 جولائی کو بیت الواحد ہاناؤ میں جبکہ 12 جولائی کو ربوہ میں مکرم مبشر احمد کاہلوں صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی جس کے بعد بہشتی مقبرہ دارالفضل ربوہ میں تدفین ہوئی۔ مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔

(محمد طاہر ندیم۔Hanau)

مکرم شرف اعوان صاحب

خاکسار کے سسر مکرم شرف اعوان صاحب ابن مکرم حاکم علی صاحب Ludwigshafen مؤرخہ 2/ اگست 2022ء بعمر 99سال وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

خاندان میں احمدیت مرحوم کے ماموں مکرم غلام محمد اعوان صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ آئی جنہوں نے اعلیٰ تعلیم علی گڑھ سے حاصل کی تھی اور قادیان میں ریاضی کے استاد اور بورڈنگ کے انچارج رہے۔

مرحوم شرف اعوان صاحب 1938ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر فوج میں بھرتی ہوئے تھے۔ آپ نے پسماندگان میں 5 بیٹے اور 6 بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ 5 اگست بروز جمعہ ادا کی گئی۔ بعدہٗ مقامی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

(میر لئیق محمود طاہر، فرانکفرٹ)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے، آمین

بقیہ: پاکستان کے سبق آموز حالات از صفحہ 42

اِن افضال الٰہی کے تناظر میں ایک 'مذہبی جماعت' ہونے کے ناطے ضروری ہے کہ ہم اپنی مذہبی حیثیت کا ادراک کریں اور اپنے دینی فرائض اور شرعی احکام پورے خلوصِ دل اور خوف خدا کے ساتھ ادا کرتے رہیں۔ ہم جب پاکستان سے ہجرت کر کے کسی جگہ آئیں تو ہمیشہ جماعت اور مسجد کے ساتھ اچھا تعلق رکھیں۔ خدا تعالیٰ کا خلیفہ ہمیں بار بار توجہ دلاتا ہے کہ ''اپنے جائزے لو اور معیار بلند کرو''۔

اسی طرح ان حالات سے ہمیں یہ بھی سیکھنا چاہیے کہ ہم جب غالب آ جائیں تو دوسروں کے ساتھ وہ سلوک نہ کریں جو وہ ہم سے روا رکھتے ہیں۔ انتقام طبعی جذبہ ہے مگر انتقام وہی درست ہے جو ہمارے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو ع 'لیا ظلم کا عفو سے انتقام'

جہاں تک اس ظالمانہ سلوک کے باوجود وطن کے لئے دلی تڑپ کا تعلق ہے تو اس کے لئے سردارِ دو عالم حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا گیا تو مکّہ کی یاد آپؐ کے دل و دماغ اور جسم و روح میں برابر جوش مارتی رہی۔ اسی سنّت کے مطابق ہمیں بھی اپنا کردار بنانا چاہئے اور وطن کی محبّت کو کبھی مرنے نہیں دینا چاہئے۔ یہ درست ہے کہ موجودہ سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کا حصہ نہیں بننا، جذبات میں آ کر کسی قسم کے افراط و تفریط کا شکار نہیں ہونا اور کسی پر خام اُمیدیں بھی لگا کر نہیں بیٹھنا بلکہ ان حالات کو ان کی شامتِ اعمال یقین کر کے اس کا نظارہ کرنا ہے اور اپنے وطن کی ایسے مفاد پرستوں سے جان چھڑانے کے لئے اللہ کے حضور دعائیں کرنی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک مرتبہ چار دعائیں کرنے کی نصیحت فرمائی تھی۔ ان میں پہلے نمبر پر غلبہ اسلام کے لئے دعا تھی تو دوسرے نمبر پر اپنے وطن عزیز کی ترقی و بہبود اور استحکام کی دعا تھی۔ مجھے یقین ہے کہ آج احمدی ہی ہیں جو مکمل اخلاص اور دلی محبّت کے ساتھ اپنے وطن کے لئے رو رو کر دعائیں کرتے ہیں، اللہ کرے کہ ہماری یہ دعائیں مقبول ہو کر جلد رنگ لائیں اور ہمارا وطن ترقی و خوشحالی کی شاہراہ پر گامزن ہو، آمین۔

Im Namen Allahs, des Gnädigen, des Barmherzigen

Organisationskomitee der 46. Jalsa Salana in Deutschland

Rabita Afsar | Abdullah Wagishauser
0171-5117770

Afsar Jalsa Gah | Sadaqat Ahmed
0173-9804787

- **Nazim Büro Jalsa Gah** – Rana Sheraz – 0157-31484421
- **Nazim Presse & Betreuung externe VIP** – Dr. M. Dawood Majoka – 0163-3027473
- **Moawin Khasoosi** – Ahsan Faheem Bhatti – 0174-2150305

Naib Afsar Jalsa Gah – Munawar Ahmed – 0177-8594320
- **Nazim Aufbau Jalsa Gah** – Aamir Jamshaid Ahmad – 0179-5250126
- **Nazim Abbau Jalsa Gah** – Mansoor Ahmad Loan – 0176-56441601
- **Nazim Dekoration Jalsa Gah** – Nasir Mahmood Mubashar – 0159-04407988

Naib Afsar Jalsa Gah – Muzaffar Ahmad – 0177-6491580
- **Nazim Lautsprecher** – Rafaqat Ahmad – 0179-3994303
- **Nazim Screen** – Wadud Bhatti – 0173-6756974
- **Nazim Radio** – Sabahuddin Zia – 0176-34661580
- **Nazim Fotografie** – Mubashir A. Tariq – 0151-58922394
- **Nazim Sicherheit techn. Anlagen** – Shahbaz Ahmad – 0162-2152791

Naib Afsar Jalsa Gah – Imran Zaka – 0177-7050884
- **Nazim Kartenausgabe** – Shams Iqbal – 0152-53768733
- **Nazim MTA Koordination** – Asif Farhad – 0157-53311699
- **Nazim Übersetzung** – Toqeer Sohail – 0176-34082100
- **Nazim Auf- u. Abbau JG Mastoorat** – Mir Azfar Parvez – 0173-3621905

Naib Afsar Jalsa Gah – Hasanat Ahmad – 0176-56574802
- **Nazim Programm** – Mahmood Ahmad Khan – 0178-8253446
- **Nazim Nazm-o-Zabt** – M. Munawar Abid – 0177-7457930
- **Nazim Wasserversorgung** – Khawaja Attaul Mussawir – 0152-55899353
- **Nazim Bühne** – Shamshad Ahmad Qamar – 0176-84656680

Afsar Jalsa Salana | Mohammad Ilyas Majoka
0176-10436165

- **Nazim Büro Jalsa Salana** – Adeel Abbasi – 0178-9216862
- **Nazim Maal** – Zeeshan Tas – 0162-3228526
- **Nazim Mo'aina** – Faizan Ijaz – 0151-44243949
- **Nazim Einkauf** – Mohammad Atta ul Quddus – 0176-10177945
- **Nazim Berichtserstattung** – Safwan Ahmad Malik – 0157-85060587
- **Nazim Rabita Mastoorat** – Mubarik Ahmad Shahid – 0176-10008890
- **Nazim Umumi** – Ataul Haleem Ahmad – 0160-5162245
- **Nazim Arbeitsschutz u. Sicherheit** – Atif Aleem Idrees – 0176-83050333
- **Moawin Khasoosi** – Zakaullah Khan – 0159-04404983
- **Moawin Khasoosi** – Malik Mohammad Salim – 0176-44479622
- **Moawin Khasoosi** – Tahir Khan – 0178-8063351
- **Moawin Khasoosi** – Usman Cheema – 0151-68459323

Naib Afsar Jalsa Salana – Malik Sikander Hayat – 0176-21704014
- **Nazim Ziafat** – Tariq Mahmood – 0163-8595848
- **Nazim Reserve Zelt** – Ashfaq Ahmad Sindhu – 0179-6915659

Naib Afsar Jalsa Salana – Hafiz Fareed Ahmad Khalid – 0171-5318983
- **Nazim Empfang** – Rafi Ahmad Kamran – 0176-71214269
- **Nazim Transport** – Sarwar Cheema – 0173-2702519
- **Nazim Anmeldung** – Farooq Ahmad Cheema – 0176-56880865
- **Nazim Information** – Wasim Ghaffar – 0176-81012461
- **Nazim IT** – Mohammad Ahmad Khan – 0179-4507894
- **Nazim AIMS Service** – Shaikh Raffeh Mehmood – 0178-8955140
- **Nazim Social Media & S/W Ent.** – Ataul Waheed Khan – 0162-6988799

Naib Afsar Jalsa Salana – Zafar Ahmad Nagi – 0176-83278119
- **Nazim Amanaat** – Iftikhar Saeed – 0151-68414949
- **Nazim Dekoration Jalsa Salana** – Usman Ahmad Ghulam – 0177-4425496
- **Nazim Hazri Nigrani** – Nadim Ahmed – 0176-62766025
- **Nazim Nizafat** – Mohammad Shahzad Sidhu – 0176-22300186
- **Nazim Unterkunft** – Naseer Ahmad – 0151-22232319
- **Nazim Tarbiyyat** – Mubarak Ahmad Tanveer – 0163-9846666

Naib Afsar Jalsa Salana – Ehsan-ul-Haque – 0176-30555451
- **Nazim Langar** – Sheikh Muhammad Imran – 0163-2569837
- **Nazim Auf- u. Abbau Langar** – Mohammad Saleem Tahir – 0162-3374416
- **Nazim Kontrolle Essensqualität** – Amir Shahzad Kausar – 0176-87850347
- **Nazim Gas-Installation** – Rana Attaullah Khan – 0178-5216906

Naib Afsar Jalsa Salana – Rashid Arshad Khan – 0159-04259091
- **Nazim Aufbau** – Nadeem Ahmad – 0163-7629802
- **Nazim Abbau** – Dr. Rashid Nawaz – 0162-6308687
- **Nazim Zelte** – Taseer Ahmad – 0160-1808225
- **Nazim Sanitäranlagen** – Nayyer Afzaal Ahmad – 0160-94678740

Naib Afsar Jalsa Salana – Malik Ibrar ul Haq – 0171-6548389
- **Nazim Strom** – Nadeem Rana – 0176-61765221
- **Nazim Lager** – Rashid Mehmood – 0176-61516590
- **Nazim Logistik** – Fraz Ahmed Kang – 0159-04191005
- **Nazim Medizinische Versorgung** – Wajahat Ahmad Waraich – 0160-8546574

Afsar Khidmat-e-Khalq | Ahmad Kamal
0172-3839465

- **Nazim Büro Khidmat-e-Khalq** – Basalat Ahmad – 0173-8379358
- **Nazim Notfall** – Muhammad Zaffir – 0151-46428590

Naib Afsar Khidmat-e-Khalq – Usman Ahmad – 0152-28451389
- **Nazim Sicherheit Bühne (SST)** – Nadeem Ahmad – 0160-96329274
- **Nazim Sichheit Jalsa Gah (JST)** – Khalil Ahmad – 0176-70661444

Naib Afsar Khidmat-e-Khalq – Sajad Haider Atique – 0178-8284521
- **Nazim Hifazat-e-Khas** – Saeed Ahmad Sandhu – 0176-45834725
- **Nazim Sicherheit Parameter (PST)** – Jahanzeb Shakir – 0176-70003694
- **Nazim Sicherheit Eingang (EST)** – Anees Ahmad – 0177-2497281

Naib Afsar Khidmat-e-Khalq – Osama Ahmad – 0176-80643647
- **Nazim Khidmat-e-Khalq außerhalb** – Umar Razi Ullah Cheema – 0176-57993900
- **Nazim Sicherheit Fahne** – Manzoor Ahmad – 0170-1817690
- **Nazim Khidmat-e-Khalq Team** – Umar Aslam – 0160-3239480

Naib Afsar Khidmat-e-Khalq – Munib Shahid – 0176-10008889
- **Nazim Parkbereich 1** – Nusratullah Bajwa – 0176-32602130
- **Nazim Parkbereich 2** – Shahid Ahmad Zafar – 0171-8288657

46. Jalsa Salana (Jährliche Versammlung)
Ahmadiyya Muslim Jamaat Deutschland KdöR
19.-21. August 2022
Messeallee 1 - 76287 Rheinstetten

Monthly
Germany
AKHBAR-E-AHMADIYYA
VOL 23 | ISSUE 08 | August 2022
ISSN : 2627-5090
Tel : +49 6950688722
Fax : +49 6950688722
Editor : Muhammad Ilyas Munir
PUBLISHER: SHOBA ISHAAT JAMAAT AHMADIYYA GERMANY PRINTER: RANA PRINT, HERKULESSTRASSE 45 50823 KÖLN Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de